ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
38
9 تا 15 شوال 1430ھ/ 29 ستمبر تا 5 اکتوبر 2009ء

نبی اکرم ﷺ کی حکمت تبلیغ

تبلیغ میں اِس امر کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ انسان مخاطب کی طرف سے کسی مزاحمت، رکاوٹ، تمسخر اور استہزا کی پروانہ کرے۔ چنانچہ جس قدر مزاحمتیں اور رکاوٹیں آپؐ کے راستے میں پیدا کی گئیں، آپؐ نے ان کی کوئی پروانہ کی بلکہ اپنے فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں آپؐ کا انہماک شبانہ روز بڑھتا ہی چلا گیا۔ آپؐ نے علانیہ مجالس میں بھی تبلیغ کی اور انفرادی ملاقاتوں اور علیحدہ مجالس کے ذریعے بھی لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا اور انہیں بندگیٔ رب اختیار کرنے کی دعوت دی۔ آپؐ نے نہ کبھی کسی کے منہ لگنے کی کوشش کی اور نہ ان کی بیہودگیوں کا کبھی کوئی نوٹس لیا۔ آپؐ ان کی بیہودگیوں کو ہمیشہ نظر انداز فرمایا کرتے اور ان کی بدتمیزیوں پر کبھی ناراضی، غصہ و پریشانی اور جھنجلاہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ آپؐ کا یہ شریفانہ طرزِ عمل اتنا عالی ظرفی پر مبنی ہوتا کہ کفار کے دلوں کی تہ میں حضور ﷺ کی قدر و منزلت بڑھتی چلی گئی۔ قریش آپؐ کے استقلال، استقامت، اور اپنے مقصد پر اتنی مضبوطی سے قائم رہنے پر سخت حیرت زدہ تھے اور ان میں سعید فطرت انسانوں کے دلوں میں آپؐ کی صداقت کا اعتراف بڑھتا چلا گیا۔

رسول اکرمؐ کی حکمتِ انقلاب
سید اسعد گیلانی

اس شمارے میں

ہر چند دانا کند
مالاکنڈ کا مستقبل
الملحمة العظمیٰ اور فتنۂ دجال اکبر
پاکستان کے خلاف امریکی جنگی حکمت عملی
ایونجلیکلز اسلام کے خلاف نفرت پھیلا رہے ہیں
نوافل پر مورچہ لگا کر فرائض پر گولہ باری
قرآن مجید کا راستہ
تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الھدیٰ (390)

سورۃ الاعراف

(آیات:175تا177)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۝ سَاۗءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ۝﴾

”اور اُن کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں تو اُس نے اُن کو اتار دیا۔ پھر شیطان اُس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے۔ مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔ تو اُس کی مثال کتے کی سی ہو گئی، کہ اگر سختی کرو تو زبان نکالے رہے اور یونہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو (اُن سے) یہ قصہ بیان کر دو تاکہ وہ فکر کریں۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُن کی مثال بُری ہے۔ اور انہوں نے نقصان (کیا تو) اپنا ہی کیا۔“

یہاں ایک واقعہ تمثیل کے انداز میں بیان ہو رہا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرد یا قوم کو کوئی بہت اونچا مقام دے، لیکن پھر وہ فرد یا قوم اپنی کسی خباثت کی وجہ سے اُن تمام فضیلتوں سے محروم ہو جائے اور بالکل شیطان کا چیلہ بن کر رہ جائے۔ یہی معاملہ بلعم بن باعوراء کا ہے، جس کا اجمالی قصہ یہاں آرہا ہے۔ اس کی تفصیل تورات میں ہے۔ بلعم بن باعوراء ایک اسرائیلی عالم تھا، جو بہت نیک، زاہد اور عابد تھا۔ لوگ اُس کا بڑا احترام کرتے تھے کہ یہ اولیاء اللہ میں سے ہے، لیکن پھر وہ شیطان کے نرغے میں آگیا۔

اے نبیؐ آپ اُن کو ایک ایسے شخص کی خبر سنا دیجیے جس کو ہم نے آیات عطا کی تھیں۔ آیات یہاں کرامتوں کے معنوں میں ہے، گویا یہ صاحب کرامت بزرگ تھا۔ لیکن جب وہ اُن میں سے نکل بھاگا، تو شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ یہاں ایک اہم نکتہ سمجھنے کا ہے۔ شیطان کسی شخص کو برائی پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اللہ نے واضح کر دیا ہے کہ ﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ﴾ (الحجر:42) یعنی ”بیشک میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا۔“ البتہ جب انسان خود کوئی غلطی کرتا ہے تو شیطان اُس کے پیچھے لگ جاتا ہے اور پھر اُسے برائی کی آخری منزل تک پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ بلعم بن باعوراء کے ساتھ یہی ہوا۔

فرمایا، ہم چاہتے تو اُسے اُن آیات کے ساتھ جو اس کے پاس تھیں بلند کرتے اور اونچا مقام دیتے مگر وہ تو زمین کی طرف ہی دھنستا چلا گیا۔ دیکھئے، ایک ہمارا حیوانی وجود ہے۔ یہ زمین سے آیا ہے اور اس کے تقاضے بھی زمینی چیزوں کے ساتھ ہیں۔ اور ایک ہماری روح ہے جو عہدِ الست کر کے آئی ہے۔ ان دونوں کے درمیان کشاکش رہتی ہے۔ روح اوپر اٹھنا چاہتی ہے، کیونکہ ”کل شی ءٍ یرجع الی اصلہٖ“ (ہر شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔) اور جسم کی ساری توجہات زمین کی طرف ہیں۔ یہیں کا مال و متاع اس کی خوراک اور اُس کی تقویت کا سبب ہے۔ جو انسان روح کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے میں لگ جاتا ہے، وہ اپنے آپ کو اللہ کی توفیق سے محروم کر لیتا ہے، اور اس طرح اس کی روح سسکتی اور احتجاج کرتی رہتی ہے۔ اس حال میں وہ دراصل چلتا پھرتا مقبرہ ہوتا ہے۔ نظر تو انسان آتا ہے مگر اس کے اندر کا انسان مر چکا ہوتا ہے۔ اس کی روح دفن ہو چکی ہوتی ہے۔ ایسا انسان محض ایک حیوان انسان ہے۔

بلعم بن باعوراء تو زمین ہی کا ہو رہا۔ اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی تو اس کی مثال اس کتے کی سی ہے جو ہر وقت ہانپتا ہی رہتا ہے۔ کوئی اس کے اوپر بوجھ رکھے تب بھی ہانپے گا اور ویسے بھی اس کی زبان باہر نکلی ہوتی ہے۔ اسی طرح کا معاملہ اس قوم کا ہے جسے اللہ نے آیات عطا کیں لیکن وہ بدبخت اُن کی قدر کرنے کی بجائے اُن کو جھٹلا رہی ہے۔ یعنی اس قوم کی مثال بھی کتے ہی کی سی ہے، اور کتے کی طرح وہ زمین کو ہی سونگھے جا رہی ہے۔ بہت بری مثال ہے اس قوم کی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے۔ پاکستانی قوم اس کی سب سے بڑی مثال ہے۔ پاکستان کا قیام بہت بڑا معجزہ تھا۔ یہ کسی حساب کتاب میں آنے والی بات نہ تھی۔ پھر پاکستان کا قائم رہ جانا بھی معجزہ ہے۔ ہندوؤں اور انگریزوں دونوں کو یقین تھا کہ پاکستان قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح 1965ء میں اس کا بچ جانا بھی معجزہ ہے۔ اُس وقت بی بی سی نے اعلان کر دیا تھا کہ بھارتی فوج لاہور میں داخل ہو چکی ہے۔ شام کو بھارتی جرنیل جم خانہ میں شراب پینے کا پروگرام بھی بنا چکے تھے، مگر اللہ نے اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا ﴿سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب﴾ ”ہم ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے“ اور وہ سمجھے کہ شاید ہمیں گھیرا ڈالا جا رہا ہے اسی لیے کوئی مزاحمت نہیں ہو رہی۔ اُن کا خیال ہماری غفلت کی طرف نہیں گیا اور یوں پاکستان بچ گیا۔ یہ سب کچھ معجزے پر معجزہ تھا۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ قائداعظم نے کہا تھا، ہم پاکستان اس لئے چاہتے ہیں کہ عہدِ حاضر میں اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں، مگر وہ نمونہ کہاں ہے؟ اسلامی نظریہ سے روگردانی کے سبب ہمارا مشرقی بازو ہم سے کٹ گیا۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 18 — 9 تا 15 شوال 1430ھ — شمارہ 38
29 ستمبر تا 5 اکتوبر 2009ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 5869501-03 فیکس: 5834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......300 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر چند دانا کند......

جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مولانا فضل الرحمٰن نے ایک نجی ٹیلی ویژن چینل کو انٹرویو کے دوران اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ کیا امریکہ افغانستان سے جا رہا ہے؟ کہا ہے کہ امریکہ افغانستان سے جا نہیں رہا بلکہ پاکستان منتقل ہو رہا ہے۔ یقیناً یہ ایک ایسی روشن اور عیاں حقیقت ہے جس کا ادراک ہمارے سیاسی رہنماؤں کے سوا ہر پاکستانی کو ہے۔ ادراک اور احساس نہ ہونے والی بات تو شاید درست نہ ہو، البتہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ انہوں نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ بلیک واٹر نامی انتہائی خطرناک اور رسوائے زمانہ تنظیم کی پاکستان میں موجودگی اب کوئی راز کی بات نہیں رہی۔ سینکڑوں کی تعداد میں اسلام آباد میں بنگلے کرائے پر لینے کی بات کی خود امریکی سفیرہ نے تصدیق کر دی ہے۔ انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ پشاور کا ایک فائیو سٹار ہوٹل خریدنے کے لیے مذاکرات ہو رہے ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا امریکی سفارت خانہ اسلام آباد میں تعمیر ہو رہا ہے۔ جس کے بارے میں یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ منی پینٹا گون ہوگا۔ درحقیقت سفارت خانہ کے نام سے فوجی اڈہ تعمیر کیا جا رہا ہے۔ صحافیوں کے بھیس میں انٹیلی جنس کے انتہائی مشتبہ لوگ پاکستان آ جا رہے ہیں۔ بعض امریکیوں کو حساس علاقوں میں پُراسرار حرکات کرنے پر جب ڈی پورٹ کیا گیا تو امریکہ میں ہمارے سفارت خانہ نے انہیں دوبارہ ویزہ جاری کر دیا۔ یہ بھی خبر گرم ہے کہ ہیوز نامی گاڑی جس کے ذریعے عراق میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا گیا وہ 200 کی تعداد میں پورٹ قاسم پر ان لوڈ ہونے کا انتظار کر رہی ہیں۔ سعودی عرب اور خلیجی ریاستوں کو جو 7 لاکھ ایکڑ زمین کاشتکاری کے لیے فروخت کی جا رہی ہے اس میں بھی برادر اسلامی ممالک کی حیثیت فرنٹ مین کی ہے، اصل خریدکنندگان امریکہ اور یورپ ہیں۔ اس زمین کی پیداوار میں پاکستانی عوام کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ یعنی پاکستان کی زرخیز زمین اور میٹھا پانی غیر پاکستانیوں کا پیٹ بھرے گا اور شاید یہی اناج اور پھل پاکستان کو دوبارہ اُن ممالک سے درآمد کرنا پڑے۔ قصہ کوتاہ پاکستان کے ہاتھ پاؤں جکڑنے اور اُسے باندھ کر ذبح کرنے کے پروگرام پر مرحلہ وار عمل شروع ہو چکا ہے۔

جہاں تک مرکزی حکومت اور ایوانِ صدر کا تعلق ہے وہ "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کے فلسفہ پر عمل پیرا ہے اور ان تمام خطرات سے آنکھیں بند کر کے صرف اُن منصوبہ جات پر دن رات محنت ہو رہی ہے جن سے کِک بیکس وصول ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا 2 کھرب روپے کے خرچ سے پرانے بجلی گھر کرائے پر حاصل کیے جا رہے ہیں۔ اور جو لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے نصف قیمت پر ہم نئے بجلی گھر خرید کر لا سکتے ہیں، اُن کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ یہ بات اب ثابت ہو گئی ہے کہ حکمران سمجھ رہے ہیں کہ یہ ایوان اقتدار میں اُن کی آخری باری ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ ماٹو اختیار کیا ہے "نچوڑو، بٹورو اور دوڑو" نہ ہم اس ملک میں ہوں گے نہ ہمیں اس کی سلامتی کا غم کھائے گا۔ لہٰذا پاکستان پیپلز پارٹی کے بڑوں کا طرزِ عمل قابلِ فہم ہے۔ ہمارے لیے اصل مسئلہ مسلم لیگ (ن) اور اُس کے قائد محمد نواز شریف کا طرزِ عمل ہے۔ وہاں قبرستان کی سی خاموشی چھائی ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے گھر کا بڑا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ گھر کو لوٹا جا رہا ہے، اس کی بنیادوں پر کلہاڑا چلایا جا رہا ہے، اُس کے دروازے دشمن پر کھولے جا رہے ہیں، اہلِ خانہ کی عزت و ناموس دشمن کے رحم و کرم پر ہے، دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست قرار دیا جا رہا ہے، لیکن نواز شریف کے ہونٹ سلے

ہوئے ہیں۔ہم حیران ہیں کہ کسی بے زبان کا گھونسلہ خطرہ میں ہوتو وہ چیخ وپکار شروع کر دیتا ہے، بلکہ بعض اوقات تو اپنی جان پر کھیل جاتا ہے لیکن سترہ کروڑ عوام کے گھونسلے کو تتر بتر کرنے کی سازشیں ہورہی ہیں اور وہ ٹک ٹک دیدم کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔

ہماری رائے میں موجودہ سیاسی لیڈروں سے کسی بہتری اور خیر کی توقع کرنا حماقت ہے، ان کی اکثریت سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوئی ہے، اور میڈ اِن اسٹیبلشمنٹ ہیں۔ یہ کیونکر غریب عوام کا سوچیں گے اور جس مقصد کے لیے پاکستان معرض وجود میں آیا تھا یعنی اس خطۂ زمین میں اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیا جائے، یہ کب وہ پورا ہونے دیں گے۔ اس لیے کہ یہ مثالی نظام اُن کے مفادات پر کاری ضرب لگائے گا۔ سوال یہ ہے کہ وہ قوم جو گردن گردن قرضے کی دلدل میں پھنس چکی ہو، جو بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے بھی غیروں کی محتاج بنادی گئی ہو، جو اکیسویں صدی میں بھی اندھیروں میں ڈوبی ہو وہ روایتی اور رسمی طریقوں سے اصلاح پذیر ہوسکتی ہے۔ انتخابی شعبدہ بازیوں اور اسٹیبلشمنٹ کی جادوگری سے جنم لینے والے سیاست دان اس یتیم قوم کی ناؤ کیسے ساحل پر پہنچائیں گے بلکہ وہ تو اسے بیچ دریا غرق کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اب تو بڑے بڑے رجائیت پسند بھی خونی انقلاب کی باتیں کرنے لگے ہیں۔ ہماری گزارش صرف اتنی ہے کہ اگر استحصالی قوتیں حالات کا فائدہ اٹھا کر غیر اسلامی انقلاب لانے میں کامیاب ہوگئیں تو یہ قوم کھائی سے نکل کر کھوہ (کنواں) میں گر پڑے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کی جدوجہد ہمارا فرض بھی ہے اور ہماری ناگزیر ضرورت بھی۔ مسئلہ کا ایک اور پہلو بھی توجہ طلب ہے۔ امریکی جنرل سٹینلے سے لے کر مائیک مولن تک اور رابرٹ گیٹس سے لے کر صدر اوبامہ تک یہ کہہ رہے ہیں کہ افغانستان میں جیت کا کوئی امکان نہیں۔ اگر افغانستان کا مستقبل طالبان ہی ہیں تو کیا عقلیت پسند یہ فرمانا مناسب سمجھیں گے کہ پاکستان کے لیے کون سی راہِ فرار ہوگی۔ ہم اُن کی خدمت میں یہ ضرب المثل پیش کرنے پر مجبور ہیں۔ ہر چند دانا کند۔ کند ونادان لیک بعد از خرابی بسیار

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

قرآن فہمی کورس 10-2009

دورانیہ: 10 ماہ **آغاز: 5 / اکتوبر 2009ء بروز پیر**

اوقات: صبح 9:00 بجے تا 1:00 بجے

داخلے جاری ہیں

(خواتین کے لیے بھی اس کورس میں شرکت کا باپردہ اہتمام ہے)

مضامین

بنیادی قواعدِ تجوید	قرآنی عربی گرامر	دینی و تحریکی لٹریچر
قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب	دورۂ ترجمۂ قرآن	مطالعۂ حدیث / سیرۃ النبیؐ
مسائل طہارت و نماز	کلام اقبال	خصوصی لیکچرز

مقامات

(1) قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، فیز 6، ڈیفنس، کراچی۔
فون: 4-5340022، 0321-2650677 (عاطف محمود)

(2) قرآن اکیڈمی یاسین آباد، بلاک 9، فیڈرل بی ایریا، کراچی۔
فون: 6806561، 0313-4384547 (سلیم الدین)

(3) قرآن اکیڈمی گلستانِ جوہر، سالکین بسیرا، بلاک 14، کراچی۔
فون: 4255995، 0333-2299598 (فاروق احمد)

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی
(قرآن اکیڈمی)

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد
نگران: حافظ عاکف سعید

میر پور خاص اور ملحقہ علاقوں کی خواتین کے لیے خوشخبری

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کے تعاون سے

مرکز درس قرآن (برائے خواتین)

مکان نمبر 1455 کھڈ پلاٹ، نزد ڈینٹسٹ ڈاکٹر عبدالعزیز

میر پور خاص میں **15 اکتوبر 2009ء** سے

خواتین کے لیے **درس قرآن** کا آغاز کیا جارہا ہے

(بذریعہ آڈیو، ویڈیو کیسٹس/ سی ڈی)

یہ درس ہفتہ میں چار دن پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کو ہوں گے

میر پور خاص اور اطراف کی خواتین سے گزارش ہے کہ مذکورہ پتہ پر رابطہ کریں

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں کا رابطہ نمبر: 022-2929434

مالاکنڈ کی اہمیت اور مستقبل

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا اجتماع عیدالفطر سے فکر انگیز خطاب

[خطبہ مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کے بعد]

حضرات! ایک چھوٹی سی حدیث سے میں اپنی گفتگو کا آغاز کر رہا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"خراسان سے سیاہ جھنڈے لے کر فوجیں نکلیں گی، جن کا رُخ دنیا کی کوئی طاقت بھی موڑ نہ سکے گی، یہاں تک کہ وہ جھنڈے ایلیاء (یروشلم) میں جا کر نصب ہو جائیں گے۔"

اس حدیث میں دو الفاظ جو قدرے نامانوس ہیں، سمجھنے کے ہیں۔ ایک لفظ "ایلیاء" ہے اور دوسرا لفظ "خراسان"۔

ایلیاء حضور کریمؐ کے زمانے میں یروشلم کا نام تھا، جس کا آج کل بہت چرچا ہے۔ یہ شہر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان ؑ کے دور میں آباد ہوا۔ اس کے تقریباً ایک ہزار سال بعد اسے ایک رومی جرنیل ٹائیٹس نے برباد کیا۔ اُس نے ایک دن میں ایک لاکھ سینتیس ہزار یہودی قتل کیے اور سڑسٹھ ہزار کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گیا اور یہودیوں کے ہیکل کو مسمار کر دیا۔ یہ 70ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد دو سو برس تک یہ شہر ویران پڑا رہا۔ پھر رومی شہنشاہ ہیڈریان نے اسے دوبارہ آباد کیا اور اس کا نام "ایلیاء" رکھا۔ ہمارے لیے ایلیاء کی بے حد اہمیت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا سفر معراج یہیں سے شروع ہوا ہے۔ آپؐ زمینی سفر کر کے مکہ سے یروشلم پہنچے اور وہاں ایک چٹان کے اوپر سے ایک براق پر سوار ہو کر آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس اعتبار سے یہ ہمارے لیے ایک بہت ہی متبرک مقام ہے۔ یہاں ایک مسجد بنائی گئی، یعنی مسجد اقصیٰ، جو اب بھی وہاں موجود ہے۔ اور جس چٹان سے آپؐ نے اپنے سفر معراج کا آغاز فرمایا تھا، اُس چٹان پر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بہت بڑا قبہ بنا دیا۔ آج کل اخبارات میں یروشلم کی جو تصاویر آتی ہیں، اُس میں یہی قبہ نمایاں ہوتا ہے۔ یہ قبہ مسجد اقصیٰ کا گنبد نہیں۔ مسجد اقصیٰ علیحدہ ہے، اور یہ قبۃ الصخرہ الگ ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد میں یروشلم پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جب اسلامی لشکر نے اس کا محاصرہ کیا تو یروشلم کے عیسائیوں نے خلیفہ کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت سرنڈر کر دیا، لیکن معاہدے میں یہ شرط بھی شامل کروا دی کہ یروشلم میں یہودیوں کو آباد ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ یہودی یروشلم سے بے دخل رہے۔ البتہ یہودیوں کو حضرت عمرؓ نے یہ رعایت دے دی کہ وہ اپنے متبرک مقامات کی زیارت کے لیے یہاں آسکتے ہیں۔ پہلی صلیبی جنگ کے موقع پر 1099ء میں یروشلم کو عیسائیوں نے مسلمانوں سے چھین لیا۔ اس موقع پر جو قتل عام ہوا اُس کو بیان کرتے ہوئے خود مغربی مورخین کے سر شرم سے جھک جاتے ہیں۔ اس قتل عام کے اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صلیبیوں کے جو گھوڑے یروشلم میں داخل ہوئے، اُن کے گھٹنے تک گلیوں میں بہنے والے انسانی خون میں ڈوب گئے۔ 1099 تا 1187 یہ شہر عیسائیوں کے قبضے میں رہا۔ عربوں میں تو دم خم نہیں تھا کہ یروشلم کو آزاد کراتے۔ اسے صلیبی قبضے سے صلاح الدین ایوبی ؒ نے آزاد کرایا جو ایک کرد جرنیل تھا۔ 1967ء میں ایک مرتبہ پھر یہ شہر ہمارے ہاتھوں سے چھن گیا ہے۔ مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ یہودیوں کے قبضے میں چلے گئے ہیں۔ یروشلم کو اب بھی کھونے والے عرب ہیں۔ یہ شہر ایک مرتبہ پھر کفار کے تسلط سے آزاد ہو گا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔ لیکن اب پھر اُسے لینے والے عرب نہیں ہوں گے، اس لیے عرب بالکل کھوکھلے ہو گئے ہیں۔ ان میں دم خم نہیں ہے۔ اُن کی اپنی کوئی حیثیت یا تشخص نہیں ہے۔ یہ شہر خراسان سے آنے والی مسلمان افواج کے ہاتھوں فتح ہو گا۔ مسلمان خراسان سے سیاہ جھنڈے لے کر چلیں گے اور یروشلم میں جا کر اپنے جھنڈے گاڑیں گے۔

خراسان کس خطے کا نام ہے؟ آج دنیا میں خراسان نام سے کوئی ملک نہیں ہے، لیکن تاریخ میں یہ بہت بڑا ملک رہا ہے، یعنی "خراسان بزرگ"۔ اس میں پورے افغانستان کے علاوہ پاکستان کا مالاکنڈ کا علاقہ اور ایران کا صوبہ خراسان شامل ہے، جس کا بڑا شہر مشہد ہے۔ بالفاظ دیگر مالاکنڈ اور ایران کا صوبہ خراسان "خراسان بزرگ" کے دو کنڈے ہیں جبکہ اصل خراسان افغانستان پر مشتمل ہے۔ اس علاقے سے جو فوجیں روانہ ہوں گی، اُن کا راستہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔

اب آیئے، یہ دیکھیں کہ زمان و مکان کے اعتبار سے اس وقت ہم کہاں کھڑے ہیں۔ مکانی اعتبار سے ہماری پوزیشن یہ ہے کہ ہم خراسان کے کنارے پر بیٹھے ہیں، بلکہ ہمارا علاقہ مالاکنڈ ڈویژن تو خراسان کا باقاعدہ حصہ ہے۔ زمانی اعتبار سے پوری دنیا میں یہ بات کہی جا رہی ہے کہ نوع انسانی آخری دور میں جی رہی ہے۔ فوکویاما نے "End of History" کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس حوالے سے بہت سی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان کتابوں کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ دنیا ترقی و کمال کے نقطہ عروج پر پہنچ چکی ہے۔ انسان جتنی ترقی کر سکتا ہے، کر لی ہے۔ اب نوع انسانی کا خاتمہ ہونا ہے۔ اس خاتمہ کی زمانے کی باتیں ہی میں آپ کے سامنے کر رہا ہوں۔

افغانستان (یعنی خراسان) کے بارے میں ایک طرف احادیث میں "خراسان" کا لفظ آ گیا ہے، اور غلبۂ اسلام کے اشارے کیے گئے ہیں۔ دوسری جانب تاریخ کے مغربی فلسفی ٹائن بی نے 1930ء میں پیشن گوئی کی تھی کہ افغانستان میں صحیح اسلامی تہذیب کی جڑیں موجود ہیں، اور یہیں سے دوبارہ اسلامی تہذیب کا آغاز ہو گا۔ اس وقت پوری دنیا کہہ رہی ہے کہ افغانستان پر حملے سے آخری صلیبی جنگ کا

آغاز ہوگیا ہے۔ 2002ء میں افغانستان پر حملہ اسی لیے ہوا کہ صلیبیوں اور صیہونیوں کو معلوم تھا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ یہیں سے ہوگی۔ لہٰذا انہوں نے کوشش کی کہ Nip the evil in the bud۔ طالبان نے افغانستان میں اسلام کا قانونی و عدالتی نظام قائم کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے نوے فیصد علاقے پر امن قائم ہوگیا۔ ملا محمد عمر مجاہد کے ایک حکم سے افیون کی کاشت کا یکسر خاتمہ ہوگیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر دشمنوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ اگر اس نظام کو یونہی چلنے دیا گیا تو اس کی برکات دیکھ کر پوری دنیا اس کی جانب مائل ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ ابتدا میں ہی اس چراغ کو بجھا دو۔ لہٰذا طالبان حکومت کو ختم کردیا گیا۔ طالبان حکومت کیسے ختم کی گئی، طالبان پر ظلم و ستم کے کیسے پہاڑ توڑے گئے یہ ایک نہایت دردناک داستان ہے۔ بے گناہ مسلمانوں پر ڈیزی کٹر بم پھینکے گئے۔ یہ وہ بم ہیں کہ جہاں پھینکے جاتے ہیں وہاں کئی میل تک آکسیجن کھینچ لیتے ہیں، جس کے بعد وہاں کوئی ذی حیات انسان یا جانور زندہ نہیں رہ سکتا۔ خود مغربی میڈیا اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اظہار کررہا ہے کہ موجودہ حالات آخری صلیبی جنگ کی شروعات ہیں، اور یہ وہ جنگ ہے جو پہلی صلیبی جنگوں سے بھی زیادہ خوفناک اور خونریزہ ہوگی۔ امریکہ کے عیسائیوں کے عظیم اکثریت پروٹسٹنس پر مشتمل ہے۔ اور ان میں کچھ عرصے سے سب سے زیادہ فعال اور بائبل کی نشر و اشاعت کرنے والے Evengelists کہلاتے ہیں، جن کے شعلہ بیان مقررین نے اپنے ریڈیو اور ٹی وی چینلز کا وسیع جال پھیلایا ہوا ہے۔ ان کا ایک ماہنامہ رسالہ فلاڈلفیا سے نکلتا ہے، جس کا نام "The Philadelphia Trumpet" ہے۔ جس ادارے سے یہ رسالہ شائع ہوتا ہے، اُس کے بانی کا نام تو ہربرٹ آرم سٹرانگ ہے، لیکن اب رسالے کے مدیر جیری فلیشر ہیں۔ نائن الیون کے واقعے سے پہلے اگست کی اشاعت میں اس رسالے کے مدیر نے دوٹوک الفاظ میں لکھا:

"Most people think that the crusades are a thing of the past over forever. But they are wrong. Preparations are being made for a final crusade, and it will by the bloodiest of all"

ہمارے ہاں وہ لوگ جو مغرب سے مرعوب ہیں، وہ مغربی میڈیا کی بات پر تو کان دھریں۔ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ موجودہ نقشہ کیا ہے، اور کس مقصد کے لیے یہ جنگ مسلط کی گئی ہے۔ صدر بش کی زبان سے بھی ایک مرتبہ ”کروسیڈ“ کا لفظ نکل گیا تھا، اگرچہ بعد میں وہ پچھتایا۔ اُس نے کہا تھا کہ یہ کروسیڈ ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جنگ صرف چند سال کی بات نہیں بلکہ جس طرح پہلی کروسیڈ دو سو برس تک چلی تھی، یہ کروسیڈ بھی کئی سالوں پر محیط ہوگی۔

افغانستان میں امریکی یلغار اور طالبان حکومت کے خاتمہ کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ افغانستان میں موجود غیر ملکی مجاہدین پاکستان چلے آئے۔ طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد مقامی طالبان تو اپنے اپنے قبیلوں میں چلے گئے، لیکن وہ مجاہدین جو بیرون افغانستان سے جہاد کے لیے آئے تھے، وہ اپنے ملکوں میں نہیں جاسکتے تھے۔ چنانچہ لیبیا، مصر، چیچنیا، سعودی عرب اور باقی مسلم دنیا سے آنے والے لوگوں نے افغانستان سے آکر پاکستان کے قبائلی علاقوں میں پناہ لے لی، اور یہاں شادیاں کرلیں۔ ہمارا پٹھان بھائی جو مہمان نواز ہے، اُس نے مہمان بھائیوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی پوری حفاظت کی۔ امریکہ کا پاکستان سے مطالبہ تھا کہ ان لوگوں کو ختم کرو۔ سوات آپریشن کے ذریعے یہ مطالبہ آدھا پورا ہوگیا ہے۔ اور آدھا (یعنی وزیرستان میں آپریشن) ابھی باقی ہے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ مالاکنڈ کا Phenomenon ذرا مختلف ہے۔ وہاں نفاذِ شریعت کی تحریک 1988ء میں شروع ہوئی تھی۔ تحریک نفاذِ شریعت محمدیؐ دس برس تک پُرامن انداز میں نفاذِ شریعت کے لیے صدا بلند کرتی رہی۔ مولانا صوفی محمد کا مطالبہ بہت واضح تھا کہ ہمارا پرانا عدالتی نظام بحال کردو جو شریعت پر مبنی تھا، تاکہ عوام کو فوری اور سستا انصاف میسر آسکے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ موجودہ عدالتی نظام انصاف فراہم نہیں کرسکتا، اس میں انسان کا کچومر نکل جاتا ہے اور

پریس ریلیز 25 ستمبر 2009ء

حافظ عاکف سعید

اگر ہم نفاذِ اسلام کے لیے کمربستہ ہوجائیں تو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن کر ابھریں گے

لاہور (پ ر) رمضان المبارک کے روزوں کا مقصود تقویٰ کا حصول ہے۔ یہ مہینہ اللہ کی نافرمانیوں سے بچنے کی ٹریننگ ہے تاکہ سال کے گیارہ مہینوں میں اللہ کے احکامات پر عمل کرنے کی قوت حاصل ہوسکے۔ رمضان کے روزوں کے بعد شکرانے کے طور پر ہم زبان سے اللہ اکبر کہتے ہیں جب کہ عدالتوں میں اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے نہ ہوتے ہوں، انفرادی زندگیوں میں اللہ کے احکام کی بجا آوری نہ ہو تو یہ تکبیر صرف زبانی ہے۔ تکبیر کا عملی مظہر یہ ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کیا جائے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ امیر تنظیم نے کہا کہ یہود و ہنود اور عیسائیوں کے پاکستان اور عالم اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ اور پاکستان پر امریکی تسلط کے سائے میں گزاری گئی اس عید کے موقع پر جاگنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سب ہمارے گناہوں کی سزا ہے۔ ہمارا سب سے بڑا گناہ پاکستان میں اللہ کے دین کو قائم نہ کرنا ہے، جس کا وعدہ ہم نے قیام پاکستان کے وقت کیا تھا۔ آج ہم اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں، اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے رب کو راضی کرلیں۔ خود اللہ کا بندہ بنیں اور اس کے دین کو قائم کرنے کے لیے کمربستہ ہوجائیں تو اللہ کی مدد سے نہ صرف دشمن کی سازشوں سے محفوظ ہوجائیں گے بلکہ ہم دنیا کی بڑی طاقت بن کر ابھریں گے اور دنیا کے حالات بدلنے کا ذریعہ بھی بنیں گے۔ انہوں نے کہا کہ عید کا چاند نظر آتے ہی رمضان کے روزے تو ختم ہوجاتے ہیں لیکن حرام اور معصیت کے کاموں سے ایک مسلمان کو زندگی کے آخری سانس تک بچنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ روزے کے اصل حاصل ”تقویٰ“ ہے۔ تقویٰ کا ٹیسٹ یہ ہے کہ رمضان کے بعد بندہ اپنی معیشت میں حرام کی تمام شکلوں سے بچنے کا عہد کرے اور اللہ کی زمین پر باطل قوتوں کے قبضے کو ختم کرنے اور اُس واحد مالک و خالق کے دیئے ہوئے قانون کو نافذ کرنے کے لیے اپنا جان و مال صرف کرے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

انصاف نہیں ملتا۔ مالاکنڈ کے عوام اس ظالمانہ نظام سے تنگ آ گئے تھے۔ ہمارے حکمرانوں نے اُن سے دو مرتبہ نفاذ شریعت کا وعدہ کیا، لیکن وعدہ کر کے پھر گئے۔ تیسری مرتبہ بدقسمتی یہ ہوئی کہ مولانا صوفی محمد صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور پرویز مشرف نے آٹھ سال تک انہیں جیل میں ڈالے رکھا۔ تحریک کی اصل قیادت جب منظر سے ہٹ گئی تو مولانا صوفی محمد کے داماد ملا فضل اللہ جو نوجوان تھے، عسکریت کی راہ پر چل نکلے۔ انہوں نے سوچا کہ جب سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلتا تو ٹیڑھی انگلی سے نکالو۔ یہیں سے "militancy" کا آغاز ہوا، اور چونکہ اُن کی تحریک کا نعرہ اسلام تھا، لہٰذا طالبان بھی اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر یہ کہ جرائم پیشہ عناصر نے بھی شورش سے فائدہ اُٹھایا۔ اُن کے لیے اغوا برائے تاوان کے راستے کھل گئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ را، موساد، نیٹو یہاں تک کہ روس کے ایجنٹ بھی یہاں آ گئے۔ اُن بیرونی عناصر کے پیش نظر یہ تھا کہ پاکستان کو "destablize" کر دیا جائے، تاکہ ہمیں موقع مل جائے کہ پاکستان میں داخل ہو کر اُس کے نیوکلیر ہتھیاروں پر قبضہ کر لیں اور پاکستان کو بھارت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں۔ اسی بیرونی مداخلت ہی کی وجہ سے دہشت گردی ہو رہی تھی، لیکن ہمارے حکمران اور میڈیا جو بھی واقعہ ہوتا، اُس کا الزام طالبان اور تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ پر ڈال دیتے تھے۔ اس صورتحال کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوامی رائے یہ بن گئی کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ پاکستان کی اپنی جنگ ہے، نہ کہ امریکہ کی جنگ ہے۔ ملک میں امن نہیں، جگہ جگہ خودکش دھماکے ہو رہے ہیں، لہٰذا اس لہر کو کچلنا ہمارے اپنے مفاد میں ہے۔ یہ رائے عامہ بننے سے را، موساد اور بیرونی ایجنسیوں کا مقصد پورا ہو گیا۔

آرمی ایکشن کے ضمن میں جو غلطی ہوئی وہ بھی میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ دیکھئے، تحریک نفاذ شریعت محمدیؐ اور سرحد حکومت کے درمیان نظام عدل کا جو معاہدہ ہوا تھا، اُس کے فوری بعد امن قائم ہو گیا اور دو مہینے تک مکمل امن رہا۔ نظام عدل معاہدے پر سرحد حکومت نے تو دستخط کر دیے تھے۔ لیکن صدر زرداری نے امریکہ کے خوف سے دو مہینے تک اس معاہدے پر دستخط نہ کیے، اور ظاہر ہے کہ صدر کے دستخط کے بغیر یہ قانون نہیں بن سکتا تھا۔ اس دوران چند طالبان بونیر کی جانب بڑھے، تو شور ڈال دیا گیا کہ طالبان آ گئے۔ مولانا صوفی محمد نے سمجھا بجھا کر انہیں واپس کر دیا۔ اس کے بعد سرحد حکومت نے مرکزی حکومت کو دھمکی دی کہ اگر آپ اس معاہدے پر دستخط نہیں کرتے تو ہم حکومت سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اُن کی یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ چنانچہ پارلیمنٹ کا اجلاس بلایا گیا اور پارلیمنٹ نے اس معاہدے کے منظوری دے دی۔ اب صدر زرداری نے بھی اس پر دستخط کر دیے۔ لیکن اس اثنا میں مولانا صوفی محمد اور سرحد حکومت کے درمیان دو باتوں پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایک یہ کہ مولانا صوفی محمد کے لوگوں نے کہا کہ ہم ہتھیار ہرگز نہیں ڈالیں گے جب تک کہ نظام عدل بالفعل قائم نہ ہو جائے۔ اُن کی یہ بات صحیح تھی۔ اس لیے کہ ہماری حکومتوں نے دو مرتبہ اُن سے نفاذ شریعت کا وعدہ کر کے اُن سے دھوکہ کیا۔ دوسری بات یہ تھی کہ مولانا صوفی محمد نے کہا کہ اگر آپ شرعی عدالتوں کے فیصلوں پر نظرثانی کے لیے دارالقضاۃ بنائیں گے تو وہاں بھی اپیل علماء ہی سنیں گے، یعنی آپ کو دارالقضاۃ بھی علماء کا بنانا پڑے گا۔ یہ دونوں مطالبات معقول تھے۔ اُن کا نہ ماننا حکومت کی بڑی غلطی تھی۔ کاش یہ مطالبات مان لیے جاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً امن قائم ہو جاتا۔ ملا فضل اللہ نے علانیہ طور پر یہ بات کہی تھی کہ اگر یہاں نظام عدل بالفعل قائم ہو جائے تو ہم حکومت کے بلا تنخواہ سپاہی ہوں گے اور مجرموں کو پکڑ کر پاکستانی فوج کے حوالے کریں گے۔ افسوس کہ نظام عدل معاہدے کو اُس کی روح کے مطابق نافذ کرنے اور مولانا صوفی محمد کے مطالبات کو تسلیم کرنے کی بجائے امریکہ کے دباؤ پر اچانک فوجی آپریشن کا فیصلہ کر لیا گیا۔ صدر آصف علی زرداری انگلستان سے ہوتے امریکہ گئے، تو وہاں سے حکم آیا کہ فوجی آپریشن کرو۔ چنانچہ اس ضمن میں نہ تو پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیا گیا نہ کابینہ سے مشورہ کیا گیا، اور آپریشن شروع کر دیا گیا۔

ظاہر ہے کہ آرمی ایکشن جو ٹینکوں، ہوائی جہازوں اور تباہ کن اسلحہ کے ساتھ کیا جا رہا تھا، اُس نے کامیاب ہی ہونا تھا اور کامیاب ہو بھی گیا۔ لیکن یاد رکھیے، یہ چنگاری صرف وقتی طور پر دبی ہے، بجھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ روزانہ خبریں آ رہی ہیں کہ اتنے "دہشت گرد" مارے گئے، اور اتنے گرفتار ہو گئے۔ اگر طالبان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے جس کا حکومت دعویٰ کر رہی ہے تو پھر یہ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہاں بھی وہی بات ہو گی جو تحریک طالبان افغانستان کے ساتھ ہوئی۔ امریکہ اور اتحادیوں کی متحدہ یلغار سے افغانستان میں طالبان کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا تھا، لیکن ان کی تحریک تو ختم نہیں ہوئی۔ اُن کی مزاحمت تو زوروں پر ہے۔ خود امریکی جرنیل یہ مان رہے ہیں کہ طالبان جیت رہے ہیں، اور ہم افغان جنگ کسی صورت میں نہیں جیت سکتے۔ اب امریکی پاکستان منتقل ہو رہے ہیں۔ امریکیوں کی بڑھتی ہوئی مداخلت، بلیک واٹر کی سرگرمیاں اور امریکی سفارتخانے کی توسیع ہماری قوم اور حکمرانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ وزیر خارجہ محمود قریشی نے یہ کہا ہے کہ امریکی دباؤ پر ہم وزیرستان میں زمینی حملہ نہیں کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ تم ڈرون حملے کیے جاؤ، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، البتہ ہم زمینی حملہ نہیں کریں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر کھچڑی پک رہی ہے۔

میں آج پھر یہ بات کہتا ہوں کہ مالاکنڈ کے لوگوں کا مطالبہ جائز تھا۔ انہوں نے پاکستان سے علیحدگی کی بات نہیں کی تھی۔ انہوں نے صرف یہ کہا تھا کہ ہمارا وہ شرعی نظام نافذ کر دو جو سوات میں 1969ء تک نافذ چلا آتا تھا، اور جس میں لوگوں کو انصاف ملتا تھا۔ غیور قبائلی عوام کی بے چینی کا خاتمہ اب بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ انہیں یہ نظام دے دیا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نظام عدل معاہدہ کو اُس کی روح کے مطابق نافذ کیا جائے اور اس ضمن میں مولانا صوفی محمد کے دو مطالبات پورے کیے جائیں۔ اس سے لوگوں کو عدل وانصاف بھی میسر آئے گا اور امن وامان بھی قائم ہو جائے گا، اور یہی شے مطلوب ہے۔ اس کے بعد آپ دیگر قبائلی علاقوں میں بھی نظام عدل کے معاہدہ کریں، بلکہ پورے ملک میں شریعت نافذ کریں کہ یہی حصول پاکستان کا اولین مقصد تھا۔ اگر آپ نظام عدل کو نافذ کر دیں گے تو اُن لوگوں کا خون رنگ لے آئے گا جنہوں نے احیاءِ اسلام کے سچے جذبے کے تحت قربانیاں دیں۔ یاد رکھیں، اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو مالاکنڈ کا یہ خطہ آپ کے لیے رستا ہوا ناسور بن جائے گا۔ افغانستان کی طرح یہاں بھی بھرپور مزاحمت ہو گی، جسے کچلنے کے لیے بھی آپ کو مستقل فوج رکھنی پڑے گی، جس پر بھاری اخراجات آئیں گے اور اس کے لیے آپ کو بیرونی دنیا کے سامنے امداد کے لیے ہاتھ پھیلانا پڑیں گے۔ پھر اس کا نقصان یہ بھی ہوگا کہ دونوں طرف مسلمانوں کا خون بہے گا۔ اس تباہی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ قبائلی عوام کے مطالبہ کے مطابق نظام عدل کو اُس کی روح کے ساتھ نافذ کیا جائے۔ یہی نہیں، پورے ملک میں نفاذ اسلام کی جانب پیش قدمی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں اور عوام کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیر دے۔ (آمین)

الملحمۃ العظمیٰ اور فتنہ دجال اکبر

دجال کے خروج کے موقع پر یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ اپنی مکمل عملی شکل میں سامنے آجائے گا۔
اس وقت جو معرکہ آرائی ہوگی، اُس کا ایک میدان جنگ مشرق وسطیٰ ہوگا تو دوسرا جنوبی ایشیا

محمد نذیر یٰسین

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی کے دور میں مشرق وسطیٰ کے علاقے میں انسانی تاریخ کے دو عظیم ترین واقعات ظہور پذیر ہوں گے: اول، ایک بہت بڑی جنگ اور دوم، دجال اکبر کا خروج۔ روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں واقعات بالترتیب واقع ہوں گے اور ان دونوں واقعات میں ایک مضبوط باہمی ربط بھی موجود ہوگا، بلکہ اگر خروج دجال کو جنگ عظیم کا ردعمل قرار دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ ان دونوں واقعات کا باہمی ربط و تعلق ہی اس مضمون کا اصل موضوع ہے۔

روایات سے یہ بات تو یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اس جنگ کے تین فریق مسلمان، عیسائی اور یہودی ہوں گے اور اُن کے مابین اصل قضیہ یروشلم کا مقدس شہر ہی ہوگا تاہم ضمنی یا سطحی طور پر اس جنگ کی دیگر وجوہات بھی ہوسکتی ہیں۔ اس جنگ کے تینوں فریقوں کی مذہبی روایات کا ایک مختصر خلاصہ و تشریح پیش خدمت ہے۔ طوالت کے خوف سے یہاں حوالہ جات درج نہیں کیے جا رہے ہیں۔

اسلامی روایات میں اس جنگ کو ''الملحمۃ العظمیٰ'' کا نام دیا گیا ہے اور یہ جنگ اس قدر خونریز ہوگی کہ سینکڑوں میلوں تک انسانی لاشوں کے انبار لگے ہوں گے۔ مسلمانوں کا جو لشکر اس میں شریک ہوگا، اس میں سے ایک تہائی سپاہ مفرور ہو جائے گی، ایک تہائی شہید ہو جائے گی اور باقی ایک تہائی فتح کا تاج اپنے سر سجانے میں کامیاب رہے گی۔ اس جنگ کے نتیجہ میں اہل کتاب کی ایک بڑی تعداد کے اسلام قبول کر لینے کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ انہی نومسلموں پر مشتمل ستر ہزار کا لشکر قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کو بغیر جنگ کے فتح کرے گا۔ روایت میں بنی اسحٰق کے ستر ہزار افراد پر مشتمل لشکر کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نومسلموں میں عیسائی اور یہودی دونوں شامل ہو سکتے ہیں کہ حضرت اسحٰق (حضرت یعقوبؑ کے والد) کی اولاد میں ان دونوں اقوام کا شمار کیا جاسکتا ہے۔

روایت میں استنبول کی فتح کی پیشنگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ سے قبل ترکی کے اس علاقہ پر اہل روم (یورپی اقوام) قبضہ کر چکے ہوں گے اور یا پھر ترکی اس جنگ میں یورپی اقوام کا حلیف رہا ہوگا اور فتح استنبول کا مقصد اسے یورپی اثر و رسوخ سے آزاد کروانا اور وہاں خلافت عثمانیہ کے بعد نافذ ہونے والے سیکولر نظام حکومت کو ختم کرنا ہوگا۔

اسلامی افواج استنبول میں اپنی عملداری قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہوں گی کہ اسی دوران دجال اکبر کے خروج کی افواہیں گردش کرنا شروع ہو جائیں گی۔ یہ افواہیں سن کر مجاہدین اسلام سرزمین شام کی طرف واپس پلٹ رہے ہوں گے کہ دجال ظاہر ہو جائے گا۔ دجال کا خروج، ایران اور عراق کے علاقہ پر مشتمل خطے سے کہیں ہوگا اور ایرانی شہر اصفہان کے ستر ہزار یہودی ابتدائی طور پر اس کے لشکر کا حصہ ہوں گے، تاہم اس کے لشکر میں روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا اور مختلف اقوام کے لوگ اس میں شامل ہوتے چلے جائیں گے۔ اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں دجال کی عملداری بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر پورے کرۂ ارضی تک پھیل جائے گی۔ تاہم دجالی افواج حرمین شریفین (مکہ و مدینہ) میں داخل نہ ہوسکیں گی کہ ان شہروں کی حفاظت کا انتظام قدرت الٰہی خود کرے گی۔ اس موقع پر اسلامی افواج وقتی طور پر پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گی، تاہم وہ دجالی افواج کے ساتھ جہاد برابر جاری رکھیں گی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے شہر میں نازل ہوں گے اور جنگ کا پانسہ پلٹ جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی معجزاتی قوتوں اور مجاہدین اسلام کی مدد سے نہ صرف دجال کو قتل کر ڈالیں گے، بلکہ اس کی تمام افواج کو بھی شکست فاش سے دوچار کر دیں گے۔

اس جنگ کے دوسرے فریق یعنی نصاریٰ کے نزدیک قرب قیامت کے وقت ارض فلسطین میں واقع ''مجیدو'' کی وادی میں ہر مجدون یا (Armageddon) کے نام سے ایک عظیم ترین جنگ لڑی جائے گی، جو نیکی اور بدی کی قوتوں کے مابین آخری فیصلہ کن معرکہ آرائی ہوگی۔ اس جنگ کے آخری مرحلہ میں آسمان سے حضرت مسیحؑ نازل ہوں گے اور انہیں فتح دلائیں گے۔ اس فتح کے بعد پوری دنیا میں عیسائیت کا بول بالا ہو جائے گا۔ اسی لئے اُن کی روایات میں اس یوم فتح کو ''خدائے اعظم و قادر کا دن'' اور ''روز غضب'' کا نام بھی دیا گیا ہے۔ اُن کی روایات سے اس جنگ میں مشرق کے بادشاہوں کی افواج کے شامل ہونے کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

جہاں تک اس جنگ کے تیسرے فریق یعنی یہودیوں کا تعلق ہے تو اُن کا معاملہ قدرے مختلف ہے، جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عروج و غلبہ کے جو دو وعدے کیے تھے، اُن میں سے دوسرے وعدے کی تکمیل کے وقت ایک ''مسیحا'' کی آمد کی خبر بھی دی گئی تھی۔ یہ مسیحا درحقیقت حضرت عیسیٰؑ تھے، جنہیں رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک عظیم معجزہ تھا، جو بنی اسرائیل کو دکھایا گیا تھا، تاہم یہ قوم اپنے اخلاق و اطوار میں اس حد تک بگڑ چکی تھی کہ اس نے نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی بلکہ معاذ اللہ انہیں ولد الزنا اور واجب القتل بھی قرار دے ڈالا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی اور انہیں آسمان کی طرف زندہ اٹھا لیا گیا۔

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے اللہ کا رسول اور اپنا مسیح موعود ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا یہ قوم آج تک اپنے اُس مسیحا کے انتظار میں ہے جو اُنہیں زمین میں غیر معمولی غلبہ اور شان و شوکت عطا کرے گا۔

اس ممکنہ غلبے کے علاوہ اُن کی روایات میں اُن پر ایک بہت بڑی تباہی مسلط ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے، جسے اصطلاحی متنوں میں ''ہولوکاسٹ'' کا نام دیا جاتا ہے۔ معروف متنوں میں ہولوکاسٹ اگرچہ دوسری جنگ عظیم کے دوران یہودیوں کی نسل کشی کے واقعہ کو کہا جاتا ہے تاہم اس کی حقیقت مشکوک سمجھی جاتی ہے۔ یہودیوں کے ایک بڑے طبقے کا دعویٰ ہے کہ اس واقعہ میں لاکھوں یہودی قتل ہوئے تھے، لہٰذا یہی وہ ہولوکاسٹ ہے، جس کی انہیں خبر دی گئی ہے، تاہم بے شمار یہودی و غیر یہودی اس واقعہ کی صحت

سے انکاری ہیں یا پھر اسے مبالغہ آرائی قرار دیتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر ہولوکاسٹ ہو چکا ہے تو یہودیوں کا مسیح موعود ابھی تک کیوں نہیں آیا؟؟ اصل حقیقت یہ ہے کہ ہولوکاسٹ کے دوران دوتہائی یہودی ہلاک ہو جائیں گے اور یہ واقعہ ارضِ فلسطین میں ہی پیش آئے گا۔ یہ وہی واقعہ ہے جس کا تعلق اس خطہ میں لڑی جانے والی آرمیگاڈون کی جنگ سے ہے۔

یہودیوں کی ہلاکت وتباہی کے اس اہم واقعہ کے بعد ہی دجال اکبر کا ظہور ہوگا جو درحقیقت ایک یہودی النسل شخص ہوگا۔ یک چشم ہونے کے باوجود وہ حیرت انگیز اور محیرالعقول صلاحیتوں کا مالک ہوگا۔ روایات میں اُسے ''المسیح الدجال'' بھی کہا گیا ہے۔ دجال کا مطلب کذاب، جھوٹا مدعیٔ نبوت اور بہروپیا بیان کیا گیا ہے۔ پس مسیح الدجال سے مراد ایسا شخص ہے جو نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام ہونے کا جھوٹا دعویدار ہوگا بلکہ ممکنہ حد تک اُن کا بہروپ بھی اختیار کیے ہوگا۔ یہودیوں کی ایک بڑی تعداد اُسے اپنا مسیح موعود تسلیم کرتے ہوئے اپنا رہنما بنالے گی۔

چونکہ مسلمان اور عیسائی دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول پر یقین رکھتے ہیں، لہٰذا مسیح الدجال کا ظہور کچھ اس انداز سے ہوگا جیسے وہ آسمان سے نزول کر رہا ہو اور ایسا ڈرامہ رچانا دورِ حاضر میں چنداں مشکل نہیں رہا۔ اس ڈرامے کا اصل مقصد یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کو ایک متفقہ شخصیت اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنا ہوگا۔ صرف یہی تین اُمتیں نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی اس پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی جائے گی جن میں ہندو مت، بدھ مت اور زرتشتی مذاہب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں کہ ان مذاہب کی روایات میں بھی ایک ''نجات دہندہ'' کی آمد کی خبریں موجود ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو ''بین المذاہب مکالمے و ہم آہنگی'' کے عنوان سے دجالی تحریک کا آغاز 1933 کی پیرس کانفرنس سے ہو چکا ہے اور یہ صیہونی تحریک سے یقیناً ایک الگ تحریک ہے۔ صیہونی تحریک ایک مکمل یہودی تحریک ہے، جو صرف یہودیوں کی عالمی بالادستی پر یقین رکھتی ہے، جبکہ دجالی تحریک کا مقصد تمام مذاہب کو باہم شیر وشکر کرنا اور اُن کا ایک معجون مرکب بنا کر ایک نئے آفاقی مذہب کا قیام ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کسی ایک گروہ کی بالادستی کا نظریہ قابلِ عمل نہیں۔ اس کی بجائے تمام بنی نوع انسان کو متحد ومتفق کرنے کی یہ تحریک زیادہ پریکٹیکل اپروچ کی حامل ہے اور عوامی نقطہ نگاہ سے بھی اسے خاصا پرکشش کہا جا سکتا ہے۔ کسی خاص موقع پر لوگوں کی عظیم اکثریت کا اس رو اور لہر میں بہہ جانا کچھ عجب و غیر ممکن نہیں۔

دجال کا فتنہ نہ صرف عالمگیر ہوگا بلکہ یہ تاریخ انسانی کا ایسا عظیم ترین فتنہ ہے جس سے تمام انبیاء کرامؑ بھی پناہ مانگتے رہے تھے اور اپنی اُمتوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے تھے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اہل برصغیر اسی قسم کے ایک فتنے کا ماضی میں کامیابی سے مقابلہ کر چکے ہیں، جب شہنشاہ اکبر نے مختلف مذاہب کے باہمی اختلاط سے دینِ الٰہی ایجاد کرنے کی کوشش کی تھی جسے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور اُن کے رفقاء کی تجدیدی و احیائی مساعی نے ناکام بنا دیا تھا۔ مستقبل کے دجالی فتنہ کو فرو کرنے میں بھی برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کا کردار اہم ترین وکلیدی نوعیت کا حامل رہے ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کے درج ذیل دو فرامین اس حوالے سے ہماری خصوصی توجہ وتحقیق کے مستحق ہیں:

حضرت ثوبانؓ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''میری اُمت میں سے دو جماعتیں ایسی ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ سے محفوظ کر دیا ہے، ایک وہ جماعت جو ہندوستان کے ساتھ جنگ کرے گی اور دوسری وہ جو عیسیٰ بن مریمؑ کے ساتھ ہوگی۔'' (نسائی کتاب الجہاد و مسند احمد)

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہندوستان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''تمہارا (یعنی مسلمانوں کا) ایک لشکر ہندوستان سے جہاد کرے گا، جس کو اللہ فتح عطا فرمائے گا حتیٰ کہ یہ لشکر اہل ہند کے بادشاہوں کو طوق و سلاسل میں جکڑ لے گا۔ اللہ اس لشکر کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور پھر جب یہ لوگ واپس لوٹیں گے تو شام میں ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰؑ کو پائیں گے۔''
(کنز العمال بحوالہ مخطوطہ نعیم بن حماد)

ان روایات سے معلوم ہوتا کہ دجال کے خروج کے موقع پر یہود وہنود کا موجودہ گٹھ جوڑ اپنی مکمل عملی شکل میں سامنے آجائے گا۔ اُس وقت جو معرکہ آرائی ہوگی، اُس کا ایک میدانِ جنگ مشرقِ وسطیٰ ہوگا تو دوسرا جنوبی ایشیا۔ جنوبی ایشیا کی جنگ کو غزوۃ الہند بھی کہا جاتا ہے جس میں مسلمانانِ برصغیر اقلیت میں ہونے کے باوجود اپنے جذبہ ایمانی، اتحاد و اتفاق اور ہندوؤں کے باہمی وتضادات کی بدولت فتح یاب رہیں گے۔ یہ فتح بظاہر ناقابلِ تسخیر سمجھی جانے والی دجالی قوتوں پر ضربِ کاری متصور ہوگی اور اُن کی تمام ہوا نکال کر رکھ دے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی آبادی دنیا میں بہت قلیل ہے مگر اُن کے اندر عالمی بالادستی کی شدید خواہش بھی پائی جاتی ہے۔ اس بالادستی کے حصول کے لئے وہ سیکولرازم، سوشلزم اور کیپٹل ازم وغیرہ بے شمار افکار ونظریات پھیلانے کے علاوہ مختلف اقوام کے مابین جنگوں کی آگ بھی بھڑکاتے رہتے ہیں۔ گزشتہ صدی میں لڑی جانے والی جنگوں پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہر بڑی جنگ کسی نئے ورلڈ آرڈر کے قیام اور یہودیوں کے مفادات کی تکمیل پر منتج ہوئی۔ پہلی جنگ عظیم نے لیگ آف نیشنز کو جنم دینے کے علاوہ اعلان بالفور کی راہ ہموار کی تھی تو دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر اقوام متحدہ کے قیام کے ساتھ ہی اسرائیل کا قیام بھی عمل میں لایا گیا تھا۔ بعد ازاں سوشلزم اور کیپٹل ازم کے مابین ایک طویل عرصہ تک جاری رہنے والی سرد جنگ کا نتیجہ بھی New World Order کے نام سے امریکی و اسرائیلی بالادستی کے قیام کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاہم امریکی و اسرائیلی بالادستی کے اس نظریہ کو عالم اسلام کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا ہے اور مستقبل میں عالمی بالادستی کی خواہش رکھنے والی خفیہ قوتوں کی بھرپور کوشش ہے کہ عالم اسلام اور عالم عیسائیت میں ایک ایسا عظیم ٹکراؤ پیدا ہو جس کے نتیجہ میں یہ دونوں متحارب فریق اس حد تک ضعیف و ناتواں ہو جائیں کہ اُنھیں دنیا پر ایک اور ''نیا ورلڈ آرڈر'' تھوپنے کا موقع مل سکے۔ الملحمۃ العظمیٰ کی جنگ انہی خفیہ قوتوں کی ایماء و سازشوں کے نتیجہ میں واقع ہوگی۔ چونکہ اس ہولناک جنگ کی بظاہر وجہ مذہبی تعصب ومنافرت سمجھی جائے گی، لہٰذا دجالی قوتوں کو نہ صرف مذہبی بنیاد پرستی کے خلاف بھرپور پراپیگنڈا کا موقع میسر آئے گا، بلکہ وہ امن، محبت، رواداری، انسانی حقوق اور بین المذاہب ہم آہنگی کے نام پر اہل عالم کو ایک نئے دھوکے میں مبتلا کرنے کی پوزیشن میں بھی ہوں گے۔ مسیح الدجال اگرچہ غیر معمولی قوتوں کا مالک شخص ہوگا، تاہم اُس کی حیثیت لارنس آف عریبیہ کی طرح ایک آلہ کار کی سی ہوگی جس کی تمام ڈوریں وطنابیں نئے ورلڈ آرڈر کے قیام کی متمنی قوتوں کے ہاتھوں میں ہوں گی۔ یہ قوتیں آرمیگاڈون کی شکست خوردہ اور نئے ابھرتے ہوئے اسلامک ورلڈ آرڈر سے خائف یورپی ودیگر اقوام کو بروئے کار لانے کے علاوہ حضرت مہدی کے نظامِ حکومت سے بیزار و متنفر نام نہاد مسلمانوں کو بھی اپنا آلہ کار بنانے میں کامیاب رہیں گی۔

پاکستان کے خلاف ممکنہ امریکی جنگی حکمت عملی

لطیف حسن گورگان

امریکہ اور اس کے مغربی و ایشیائی اتحادیوں نے بالآخر پاکستان پر زمینی قبضے کا حتمی فیصلہ کرلیا ہے جس کے لیے تیزی سے سفارتی رابطوں (پاکستان کے دوستوں و دشمنوں سے) اور ٹروپس کی پلیسمنٹ سمیت دیگر ضروری اقدامات پر عمل درآمد شروع کرلیا گیا ہے۔ امریکی صدر سمیت دیگر اعلیٰ حکام کے گزشتہ کچھ ہفتوں میں دیئے گئے بیانات اور اقدامات اس بات کے غماز ہیں کہ پاکستان پر زمینی قبضہ ایک آپشن کے طور پر بہت سالوں سے امریکی پالیسی سازوں کے ذہن میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کئی سالوں سے اس کے لیے نہ صرف عالمی رائے عامہ ہموار کی جارہی تھی بلکہ پاکستان کے ہر دو اطراف حملہ آور فوجوں کی موجودگی کو بھی یقینی بنالیا گیا ہے۔ اسی بناء پر گزشتہ دنوں جب پاکستان نے امریکا سے مطالبہ کیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کا تعاون جاری رکھنے کے لیے اعتماد سازی کے ایک قدم کے طور پر ہندوستان کو مجبور کیا جائے کہ وہ پاکستانی سرحدوں سے اپنی افواج واپس ہٹائے تو اسے کوئی گی لپٹی رکھے بغیر سختی سے رد کردیا گیا۔

اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ پاکستان پر قبضہ کی کارروائی کو عراق و افغانستان کے برعکس اقوام متحدہ سے حملے کی قرارداد کی منظوری اور عالمی حمایت کے بغیر خفیہ اور اچانک رکھا جائے گا۔ ایسا اس خدشے کے پیش نظر کیا جائے گا کہ حملے سے پہلے اعلان کرنے کی صورت میں کہیں پاکستان، چین اور چند اسلامی ممالک دفاعی اتحاد نہ قائم کرلیں (جس کا قوی امکان بھی موجود ہے) تاکہ نہ تو چین اپنی افواج حرکت میں لاکر علاقے کے اسٹریٹجک پوائنٹس پر پہنچا سکے اور نہ ہی پاکستان اپنی افواج اور میزائل انسٹالیشنز کو ریڈ الرٹ کرسکے، کیونکہ اس صورت میں نہ صرف جنگ طول پکڑے گی بلکہ حملے میں شریک تاریخی طور پر ثابت شدہ بزدل اقوام کی شکست بھی یقینی ہوجائے گی۔

زمینی حملے سے پہلے پاکستان کی ایٹمی و غیر ایٹمی انسٹالیشنز (لانچنگ اسٹیشنز) کو ایئر اسٹرائیکس، گائیڈڈ میزائلوں یا جیمنگ ٹیکنالوجی کے ذریعے ناقابل حرکت بنانے کی کوشش کی جائے گی اور ان اہداف پر ایئر اسٹرائیکس کے لیے اتحادیوں کو انڈیا، افغانستان، پاکستان اور قریبی سمندروں میں آئیڈیل لوکیشنز پر ایئر اسٹرپس حاصل ہیں۔

اس آپریشن میں امریکا و بھارت کی افواج جب کہ برطانیہ اور اسرائیل کی اسپیشل فورسز کے چنیدہ یونٹس براہِ راست حصہ لیں گے۔ (کیونکہ را اور موساد کو بالترتیب مشرقی پاکستان اور عرب ممالک میں ایسی ہی ریشہ دوانیوں اور جنگی کارروائیوں کا تجربہ ہے جبکہ برٹش اور امریکی افواج دشمن پر سیدھے حملے اور اس کی دفاعی لائنوں کے پیچھے یا قلب میں اُتر کر کارروائیوں کی طویل تاریخ رکھتی ہیں) جب کہ روس اور چنیدہ یورپی ممالک آپریشن سے پہلے اور دوران انٹیلی جنس اسپیشلس (پاکستان میں موجود فوجی و غیر فوجی آپریٹوز کے ذریعے) خفیہ طور پر دیں گے اور آپریشن کے کامیابی کے قریب پہنچنے پر اخلاقی اور سفارتی حمایت ظاہر کریں گے اور علانیہ و غیر علانیہ لابنگ بھی کریں گے۔ گزشتہ دنوں دہلی میں مذکورہ ممالک کے انٹیلی جنس سربراہوں کی میٹنگ اسی سلسلے کی کڑی تھی۔

تین اطراف سے ہونے والے اس حملے کے منصوبہ سازوں کو اپنی سرعت سے کامیابی کا اس قدر یقین ہے کہ انہوں نے اس بزدلانہ اور جنگی اقدار کے منافی کارروائی پر دنیا کی ممکنہ لعنت ملامت کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا بلکہ اس کی شدت کو کم کرنے کے لیے انہوں نے پہلے پاکستانی عوام کے اندر دہشت گرد تنظیموں کی موجودگی کا واویلا کیا اور نام نہاد ثبوت پیش کیے اور اب حتمی مرحلے پر پاکستان کی پریمیئر اور "را" اور "موساد" پر بھاری انٹیلی جنس ایجنسی ISI پر طالبان اور انتہاپسندوں کے غلبے کی چھاپ لگادی ہے۔ جس کا مخفی مطلب یہی ہے کہ پوری پاکستانی فوج طالبان کی جدید شکل ہے اور اس فوج کے پاس ایٹمی ہتھیاروں کی موجودگی دنیا کے لیے انتہائی سنگین خطرہ ہے نیز پاکستانی عوام کا 98% فیصد طبقہ بھی فوج، ISI اور طالبان کی پالیسیوں کی حمایت کرتا ہے۔ یوں اس خالصتاً غیر مردانہ کارروائی کے جواز گھڑے جارہے ہیں۔

اس آپریشن کو کسی حد تک جون 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کی طرز پر ڈیزائن کیا گیا ہے۔ جس کے پہلے مرحلے میں افغانستان سے ملحقہ صوبہ سرحد و قبائل کے بارڈر کو زمینی جنگ کا تھیٹر نہیں بنایا جائے گا کیونکہ اس سرحد پر موجود قدرتی دفاعی لائن (پہاڑی سلسلے) بڑے زمینی حملے کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اسی لیے بلوچستان، سندھ اور پنجاب کو محفوظ بنانے کے بعد میدانی علاقوں کی طرف سے صوبہ سرحد کو چاروں طرف سے گھیر کر نشانہ بنایا جائے گا۔ اولین اہداف میں ایئر بیسز، ایئر ڈیفنس، انسٹالیشنز، آرمی کیمپس یا Military Concentrations، اہم پل، ریل و روڈ رابطے اور ہاسپٹل شامل ہوں گے، لیکن سرحد اور پنجاب کے مخصوص علاقوں (کہوٹہ سمیت) میں ایئر ڈراپ، آپریشن کے بہت شروع سے ایک آپشن کے طور پر بہرحال موجود رہے گا جبکہ بلوچستان اور سندھ پر انتہائی شدت سے سیدھا زمینی حملہ کیا جائے گا جس کے لیے ایک طرف تو افغانستان میں نئی کمک ملاکر امریکا و یورپ کی تقریباً ایک لاکھ اسپیشل فورسز موجود ہوں گی جن کے زیر استعمال ہتھیاروں و ٹیکنالوجی، ٹیکٹیکس اور انہیں حاصل ایئر سپورٹ کی قابلیت کو مدنظر رکھا جائے تو یہ تعداد ایک ترقی پذیر ملک کی چھ لاکھ فوج کے برابر ہے تو دوسری طرف ہندوستانی افواج اپنی تمام تر تیاریوں اور اسرائیلی اسپیشل اسٹیفس کے ساتھ موجود ہیں جو سندھ کی طرف سے داخل ہوں گی نیز آپریشن کے منصوبہ سازوں کا خیال ہے کہ امریکن و انڈین (ممکنہ طور پر برٹش بھی) نیویز بڑی سرعت و آسانی سے پاکستان نیوی کو روند کر اپنی افواج پاکستان کے ساحلوں پر اتارنے میں کامیاب ہوجائیں گی جو پہلے ہی علاقے میں موجود ہیں۔ خصوصاً امریکی اور برٹش نیویز بڑی سرعت سے اور بہت بڑی تعداد میں اپنی اسپیشل فورسز کے انفنٹری و آرمرڈ یونٹس، آرمرڈ وہیکلز اور ٹینکس سمیت فضا اور سمندر دونوں واسطوں سے ڈراپ کرنے کی

صلاحیت رکھتی ہیں۔

اس تمام کارروائی میں جہاں سٹیلائٹ گائیڈنس یا اسٹنس بنیادی کردار ادا کرے گی وہیں حملہ آور افواج کو بلوچستان و سندھ کے کچھ قوم پرست گروہوں اور الطاف حسین کے دہشت گرد دستوں کی شکل میں حاصل چیٹ کوڈ بھی کلیدی کردار ادا کرے گا جس کے پاس را اور CIA کے تربیت یافتہ غارت گری، ٹارگٹ کلنگ اور سبوتاژ کی کارروائیوں کے ماہر و تجربہ کار افراد کی بڑی تعداد موجود ہے۔ اس سلسلے میں بلوچستان میں ہلکی چھیڑ چھاڑ شروع کردی گئی ہے جس کا سکیل ضرورت پڑنے پر شارٹ نوٹس پر پھیلا جاسکتا ہے جبکہ الطاف حسین نے بھی گزشتہ کچھ عرصے سے اندرونِ سندھ و کراچی میں مبینہ طالبان کے ممکنہ ورود کا واویلا شروع کیا ہوا ہے اور خصوصاً گزشتہ دنوں منظر عام پر آنے والی سوات سے متعلقہ جعلی ویڈیو پر اس کا اوور ری ایکشن اس کے مستقبل کے عزائم کا عندیہ دے رہا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ الطاف حسین ماضی میں کراچی میں انارکی اور قتل و غارت شروع کرنے سے پہلے پنجابی اسٹیبلشمنٹ اور جماعت اسلامی کے تھنڈر اسکواڈ پر الزام دھرنا شروع کردیتا تھا کہ یہ کراچی کا امن تباہ کرنے کی تیاریاں کررہے ہیں، اب اس نے اپنے آقاؤں کے بین الاقوامی اہداف کے مطابق طالبان کا نام لینا شروع کردیا ہے۔ منصوبہ سازوں کے خیال میں بلوچستان اور سندھ میں تین اطراف سے داخل ہونے والی یہ افواج اپنی ایئر سپورٹ سیٹلائٹ گائیڈنس اور لوکل اسٹنس کی بدولت 48 سے 72 گھنٹوں میں دونوں صوبوں کو Secure کرتے ہوئے اپنے بندوبستی دستوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے کسی ایک مقام پر اتصال کریں گی اور پنجاب کی طرف مارچ شروع کردیں گی۔

اس دوران ایسے حالات بھی پیدا ہوسکتے ہیں کہ ایک بڑے گھر میں بیٹھا PP کا جیالا بھی ممکن ہے بوجوہ پنجابی فوج و اسٹیبلشمنٹ کے سندھی عوام اور بھٹو خاندان پر ڈھائے جانے والے نام نہاد مظالم کا رونا روتے ہوئے لاڑکانہ جا بیٹھے، جو سندھی عوام میں بڑے پیمانے پر بے چینی اور افراتفری کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح جنوبی پنجاب میں بھی چند انتہا پسند سرائیکی قوم پرستوں کو کوآرڈینیٹ کیا گیا ہے۔ جس کے پاس سبوتاژ کے ماہر کارکن تو نہیں ہے لیکن وہ سندھ و بلوچستان سے آنے والے تخریب کاروں کو سیف ہاؤسز اور رہنمائی کی سہولیات فراہم کرسکتے ہیں۔

اس شیطانی اتحاد کی طرف سے صوبہ سرحد کو آخر میں رکھنے کی دوسری وجہ ان کا یہ خیال ہے کہ مشرف دور حکومت میں ہمارے اندر موجود کالی بھیڑوں کی مدد سے جو ثقافتی اور نفسیاتی جنگ برپا کر رکھی گئی جس میں ایک طرف تو پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کے بارے میں قوم کو مسلسل

> **پاکستان کے خلاف آپریشن کو جون 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کی طرز پر ڈیزائن کیا گیا ہے۔ منصوبے کے مطابق پہلے مرحلے میں سندھ اور بلوچستان پر حملہ کیا جائے گا اور پھر پنجاب کو "محفوظ" بنانے کے بعد صوبہ سرحد کو چاروں طرف سے گھیر کر نشانہ بنایا جائے گا**

کنفیوز کیا گیا ہے اور ہندو کلچر کی قبولیت کو پروموٹ کیا گیا تو دوسری طرف سیاستدانوں، افسر شاہی میں موجود گماشتوں کے ذریعے نہ صرف سیاسی و انتظامی بحران پیدا کیے گئے بلکہ منظم منصوبہ بندی سے مہنگائی، آٹے و بجلی وغیرہ کے بحرانوں کو تقویت دی گئی جس سے عوام کا اپنی قیادت اور انتظامی ڈھانچے پر اعتماد ختم ہوکر رہ گیا ہے اور سندھ و پنجاب کی اکثر آبادی (خصوصاً نوجوان) بے مقصدیت، بے راہ روی اور نظریے سے عدم وابستگی کا شکار ہوچکے ہیں، اس لیے یہاں سے کوئی منظم مسلح جدوجہد استوار نہ ہوسکے گی بلکہ مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر یہ لوگ خوشدلی سے نہ سہی، بدلی سے ہی سہی نئے بندوبست کو جلد قبول کرلیں گے اور اس سوچ کو مہمیز دینے کے لیے مشرف دور حکومت میں امریکا، انڈیا اور یورپی ایجنسیوں کو پاکستان کے سیاسی، انتظامی، سماجی، صحافتی و قانونی سمیت ہر شعبے میں ایجنٹ بھرتی کرنے کی اتنی کھلی آزادی دی گئی جس کی دنیا کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ یہی ایجنٹ بحران کے عالم میں قوم میں مایوسی پھیلانے، انڈیا، امریکا و یورپ کی خوبیاں بیان کرنے (جو یہ اب بھی کررہے ہیں) اور حملہ آور افواج کو ٹیکنیکل اسٹنس دینے میں تمام صلاحیتیں صرف کردیں گے۔ اور پروپیگنڈے کی اس جنگ میں سندھ اور پنجاب کے عوام کو کنفیوژن کی اس سطح پر لانے کی کوشش کریں گے کہ انہیں سمجھ ہی نہ آئے کہ انہیں کس کی سننی چاہیے، طالبان و پاکستانی فوج کی یا ہمارے اندر موجود سیاسی، صحافتی و نیم مذہبی ایجنٹوں سمیت امریکا و ہندوستان کی، تاکہ یہ کنفیوژن عوام کو بے عملی اور گومگو کی کیفیت پر مائل کرے جو شیطانی اتحاد کی کامیابی کی راہ ہموار کرے گی۔

جبکہ صوبہ سرحد و قبائلی علاقوں کی جغرافیائی نوعیت اور یہاں کے عوام کے فطری جذبہ حریت و نظریاتی وابستگی کی بدولت یہاں سے اٹھنے والی جاندار مسلح مزاحمت کے خطرے کے پیش نظر اسے سب سے آخر میں چاروں طرف سے گھیر کر پیس ڈالنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔

اس آپریشن کو روبہ عمل لانے کے لیے اس شیطانی اتحاد کو اس لیے بھی مہمیز مل رہی ہے کہ اس وقت اس شیطانی اتحاد کو امریکا و کینیڈا سے لے کر یورپ، افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں (بین الاقوامی سمندروں سمیت) مکمل یا نیم فوجی و سیاسی قبضے کی سہولت حاصل ہے اور اس ایک جنگی چال سے نہ صرف مشرق وسطیٰ کی طرح نو آزاد روسی ریاستوں، افغانستان اور پاکستان کے تیل و گیس سمیت دیگر معدنی ذخائر محفوظ ہوجائیں گے، چین و ایران کی درمیانی کڑی ٹوٹ جائے گی بلکہ ساؤتھ افریقہ، آسٹریلیا، جاپان اور جنوبی کوریا میں موجود مضبوط فوجی اڈے چین و ایران کے گرد 8 کی شکل میں ناقابل شکست زمینی و سمندری دائرہ تشکیل دے دیں گے جبکہ لاطینی امریکا کے ممالک اپنی جغرافیائی Limitations اور سطحی فوجی و معاشی استعداد اور سب سے بڑھ کر کوئی بین الاقوامی ایجنڈا نہ ہونے کے باعث ناقابل ذکر ہیں۔ اور ترکی، ایران، پاکستان اور چین کے ساتھ مل کر ہی اہم ثابت ہوسکتا ہے۔

اپنے حالیہ دورے میں پاکستان کی جنگی کمان کی طرف سے اپنی قومی سلامتی پر سمجھوتہ نہ کرنے کے دوٹوک موقف کا اثر تھا کہ اگلے دن غصے و تناؤ کی کیفیت میں رچرڈ ہالبروک کے منہ سے دہلی میں انڈیا کو خطے کا لیڈر بنانے کی بات نکل گئی جو پاکستان سمیت چین و ایران کے پالیسی سازوں کے لیے بھی دعوت فکر ہے۔ ورنہ اس سے پہلے امریکی اس نیت یا فیصلے کو چھپائے رکھنے کے لیے کامیابی سے کوشاں تھے اور اسی لیے چند ہفتے پہلے جب امریکا کی نئی معنی خیز افغان پالیسی اوباما کے ذریعے منظر عام پر لائی گئی تو فوراً چین و ایران سے سفارتی رابطے تیز کردیے گئے جن میں جہاں ایک طرف ایران کو ایٹمی عدم پھیلاؤ کی پالیسی میں نرمی کا تاثر دیا گیا، خطے میں انڈیا کے ڈپٹی چیف کا خواب دکھایا گیا اور سب سے بڑھ کر روس کی افغان مہم اور ایران عراق جنگ کے حوالے سے سنی ریاستوں و تنظیموں کے نام لے کر شیعہ سنی تفرقہ کو مہمیز دینے کی کوشش بھی کی گئی تو دوسرے طرف چین کو صوبہ سرحد میں مبینہ اسلامی دہشت گردوں کے نام نہاد اڈوں (باقی صفحہ 18 پر)

ایونجلیکلز ایک منظم طریقہ سے اسلام کے خلاف نفرت پھیلا رہے ہیں

ترجمہ: محمد نعیم

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

آپ یقین کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ مسلم دُنیا سے متعلق امریکی خارجہ پالیسی کی تشکیل میں اصل ہاتھ مذہبی اہداف اور الہیاتی ذہن کی حامل (مذہبی) شخصیات ہی کا رہا ہے، جس کے افغانستان اور عراق پر حملوں کے بعد سارے شواہد سامنے آچکے ہیں۔ مسٹر ملر کی کتاب "Cruel and unusual" اس موضوع پر ایک اہم دستاویز ہے جس میں بش کے قول و فعل سے معقول انسانوں (عیسائی ہوں یا غیر عیسائی) کی بیزاری کا صریحاً تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "بش اس حوالے سے اکیلا نہیں کہ وہ ایک مذہبی ذہن رکھتا ہے۔ GOP (پوپ کی حکومت) بھی پوری طرح اُس کی ہمنوا اور معاون ہے، تاکہ وہ (بش) ان مذہبی جنگوں کو آگے بڑھا سکے"۔ خصوصاً "عیسائی رائٹ" میں مذہبی ذہن دیگر عناصر کے ساتھ مل کر اہم بین الاقوامی معاملات جیسے مسلم ممالک کے لیے ریاست ہائے متحدہ کی خارجی پالیسی، عالمی ذرائع تیل پر قبضہ، کارپوریٹ دُنیا کے زیر اہتمام گلوبلائزیشن اور فوجی تسلط جیسے اُمور میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایونجلیکل تحریک کے ساتھ مل کر یہ مذہبی طبقہ نہ صرف میڈیا، علمی ذرائع، سیاست اور کلچر کی راہ متعین کرتا ہے بلکہ پارٹی میں مضبوط ووٹ بنک کی بدولت سیاستدانوں سے اپنے مفاد کے کام نکلوانے میں بھی کامیاب رہتا ہے۔

ایک طرف اسلام مخالف قوتوں کا یہ ایجنڈا اتنا نمایاں رہا ہے اور دوسری طرف بش اپنے "از سر نو جنم یافتہ" مذہب میں سرتاپا منہمک ہے۔ سیاسی فیصلوں میں مذہب کے کردار کے حوالے سے بش کی پالیسی پر کافی بات ہوچکی ہے اس لیے ضروری ہے کہ ایونجلیکل تحریک و مذہب کا فوج، میڈیا اور سیاست کے ساتھ وہ رشتہ پہچانا جائے جس نے ان قوتوں کو مجتمع کر کے افغانستان کے خلاف جنگ میں ایک نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ کتاب "Time Shall Be No More" کے مصنف تاریخ کے پروفیسر پال ایس بوئر کے نزدیک امریکی پبلک پالیسی کے تعین میں مذہبی افکار کا ایک بالواسطہ اور غیر محسوس کردار ہمیشہ رہا ہے۔ بوئر امریکی قوم کو یاد دلاتا ہے کہ وہ بائبل پر عقیدہ کے خفیہ مگر حقیقی کردار کو سمجھنے کی کوشش کرے جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی خارجی پالیسی خصوصاً مسلم ممالک کے متعلق پالیسی کا تعین کر رہا ہے۔

یہ بات کسی بڑی تحقیق کی متقاضی نہیں رہی کہ ایوانجیلکلز ایک منظم طریقہ سے اسلام کے خلاف نفرت پھیلا رہے ہیں۔ 17 مئی 2003ء کو نیویارک ٹائمز میں لاری گڈسٹین کی رپورٹ کا ٹائٹل ہے: "Seeing: Islam as Evil Faith, Evangilcals Seek Converts" (نعوذ باللہ) اسلام ایک "بُرا" عقیدہ ہے۔ ایوانجیلکلز منحرفین تلاش کر رہے ہیں) منطقی بات ہے کہ جس چیز کو برائی (Evil) جانا جاتا ہے، اُسے قائم ہونے اور ترقی کرنے کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے۔ بُرائی کا تو خاتمہ ہی ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے اسی وجہ سے افغانستان پر حملہ اور قبضہ کو بالکل جائز گردانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اِس رپورٹ کے مطابق اس پر فوکس کیا جاتا ہے کہ کس طرح اسلام بیزاری کے کام کو ترویج دی جائے۔ گولڈ سٹین کی اس کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے۔ وہ لکھتا ہے: "گزشتہ سال کے دوران وزراء کے نفرت انگیز بیانات کے ساتھ ایوانجیلکل عیسائیت کی بنیادی سطح کے بہت سارے لوگ اب اسلام کے خلاف پیدائشی نفرت اور کدورت کے قائل ہوچکے ہیں۔ مذہبی زعما جیسے فرینکلن گراہم، جیری فارول، پیٹ رابرٹسن اور جیری وائن کی تیز و طرار تقاریر کی وجہ سے مسلمان اور عیسائی دونوں گروہوں نے اسلام کو کوسنا شروع کر دیا ہے۔ گراہم اسلام کو ایک "بُرا" اور "شرپسند" مذہب قرار دیتا ہے جبکہ وائن (ملعون اور بدبخت) نے تو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بُرے نام رکھنے تک کی جسارت کی ہے۔ ان مصنفین اور مقررین کی تحریریں اور تقاریر مختلف الاسلوب ہونے کے باوجود اس بنیادی تصور پر متفق معلوم ہوتی ہیں کہ دُنیا کے دو عظیم ترین مذاہب ایک دوسرے کے خلاف گتھم گتھا ہونے کی طرف بڑھ رہے ہیں جن میں ایک (یعنی عیسائیت) کل خیر، سچائی اور امن کا داعی ہے جبکہ دوسرا (یعنی اسلام) کل شر، کذب اور تشدد کا داعی ہے۔" (العیاذ باللہ) نیویارک ٹائمز اور مرکزی دھارے میں شامل دیگر میڈیا چینلز ان مبلغین کے نفرت انگیز بیانات کو آگے بڑھانے کا "کارِ خیر" نہایت تندہی سے انجام دے رہے ہیں۔ واقعاتی تجزیہ کے نام پر ان خیالات کی تشہیر کا کام ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اگر کسی ایوانجیلکل مقرر کی تقریر 20 سامعین نے سنی تو نیویارک ٹائمز اپنی براہ راست اشاعت کے ذریعے ان خیالات کو 13 لاکھ لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ نیویارک ٹائمز کے باقاعدہ قارئین کے ساتھ ساتھ اُس کے متعلقہ جرائد کی 40 ویب سائٹس کے لاکھوں ناظرین تک بھی یہ تقاریر باقاعدہ پہنچتی ہیں۔ 1997 میں ایک یہودی جریدے میں 10 شخصیات میں شامل مائیکل ہارڈ وٹیز کے نام کے ساتھ جو کیچ فقرہ تھا وہ تھا: "He is Jewish" یعنی وہ (دراصل) یہودی ہے۔ یہ صرف اور صرف ان اسلام مخالف عناصر کے اثر و رسوخ کے پھیلانے کے حربے ہیں جو اسی مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

سابقہ ریگن انتظامیہ کے ایک اعلیٰ اہلکار کو مادر ٹریسا، بلی گراہم سمیت 10 اعلیٰ شخصیات کی فہرست میں شمولیت کے اعزاز سے اس لئے نوازا گیا کہ اس نے بیرونی دُنیا میں مظلوم عیسائیوں کی مدد پر ایوانجیلکلز کو جمع کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔

ہولوکاسٹ کے دوران مغرب کے غیر دلچسپ رویے کے ردعمل کے طور پر ہورووٹیز نے "گراس روٹ موومنٹ" کی بنیاد ڈالی۔ اسی تحریک کی وجہ سے ایوانجیلکل عیسائیوں نے عالمی معاملات میں دلچسپی لینی شروع کی۔ ان کی ہر شعبے میں موجودگی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وھائٹ ہاؤس کے چرچ میں ان کے لیے "pews" (چرچ میں فیملی نشست گاہیں) ریزرو کی جارہی ہیں۔ قانون سازی اور کئی دیگر پالیسیوں کی تشکیل میں ان ایوانجیلکلز کا عمل دخل ہوتا ہے۔ افغانستان اور عراق پر حملہ ان امور میں سے ایک ہے جن کے متعلق ان ہی لوگوں کی آراء کو ترجیح دی گئی۔ بین الاقوامی معاملات میں ایوانجیلکلز کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کے متعلق "وال سٹریٹ جرنل"

کارپورٹر پیٹر والڈمین لکھتا ہے: "1998ء سے انھوں (ایوانجلیکلو) نے مرکزی قوانین کے بل پر بیرونی دُنیا میں مذہبی مظالم، بین الاقوامی جنسی اغواکاری اور افریقہ میں جنوبی سوڈان کی طویل ترین جنگ کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔ اس طرح کسی زمانے کا یہ تنہائی پسند گروہ اب امریکہ کی خارجہ پالیسی پر ایک نمایاں اثر رکھتا ہے۔ اور انہی لوگوں کی وجہ سے Idealists کا پلڑا Realists کے مقابلہ میں بھاری نظر آرہا ہے۔ (Idealists تمام بین الاقوامی معاملات میں امریکہ کا ایک اخلاقی کردار دیکھنا چاہتے ہیں، جبکہ Realists سمجھتے ہیں کہ امریکہ کا تواں (Capacity) اتنا نہیں کہ ہر جگہ ٹانگ اڑائے، لہٰذا وہ خود کو اپنے آپ کو محدود رکھے)۔"

ایک گیلپ پول کے حوالے سے والڈمین بتاتا ہے کہ ایوانجلیکلو کل امریکی آبادی کے 43 فیصد سے کسی طور کم نہیں۔ محکمہ دفاع کے اعداد وشمار کے مطابق حاضر سروس میں ان کی تعداد 40 فیصد تک اور فوج میں مذہبی امور سے متعلق اہلکاروں میں ان کا تناسب 60 فی صد ہے جبکہ کلیسا سے آنے والے ایسے اہلکار ان سے کافی کم ہیں۔ فوج کی طرف سے گو (عیسائیت اختیار کرنے کے لیے) تبلیغ پر پابندی ہے، لیکن ان (ایوانجلیکلو) کا خیال ہے کہ یہ ان کے عقیدہ سے متعلق ایک بنیادی قدر پر قدغن کے مترادف ہے۔ امریکہ میں بڑے پیمانے پر دستیاب کتاب The Soldier,s Bible کی پشت پر فوجی زعماء کے مذہبی نعرے درج ہیں۔ ان میں جنرل ولیم بوئے کن کا نعرہ کچھ اس طرح ہے "میرا یقین تھا میرا خدا اُس کے (عثمان اُتو کے) خدا سے بڑا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میرا خدا حقیقی خدا تھا اور اس کا ایک بت۔" یہ الفاظ اُتو عثمان کے ساتھ بوئے کن کے جھگڑے کے پس منظر میں ہیں۔ اُتو عثمان 1991 کی لاقانونیت سے پہلے صومالیہ میں تیل کی ایک بہت بڑی کاروباری شخصیت تھے۔

پیٹر والڈمین جیسے امریکی تجزیہ نگار بیرونی معاملات میں مذہبی جذبہ کی مداخلت کو گزشتہ صدی تک لے جاتے ہیں۔ ان کے تجزیہ کے مطابق پروٹسٹنٹ چرچز کی انتظامیہ ووڈرو ولسن اور فرینکلن ڈی روز ویلٹ کی "خارجی پالیسی تصور پسندی" (Foreign Policy Idealism) جیسے افکار کے پورے طور پر حق میں ہے۔ ایوانجلیکلو کی سرگرمیاں بیرونی معاملات میں بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت کے ساتھ شروع نہیں ہوئیں، جیسا کہ برٹش امپائر پر ابتداء میں غلاموں کے پیشہ ور سوداگروں اور دوسرے بدمعاشوں کے بعد ایوانجلیکلو کا اثر ہوا۔" والڈمین کے مطابق جس طرح 19 ویں صدی میں مشرق وسطی میں برطانوی مداخلت کے پیچھے مذہب کا ایک رول رہا ہے، بعینہٖ آج کے امپریلسٹ یعنی واشنگٹن کے ایوانجلیکلو لبرلز (آزاد منش) کہلانے والے نیوکانزرویٹوز کے ساتھ مل کر اکٹھے ایک مشترک مقصد کو حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔

دور جدید میں جمہوریت کے نام پر کروسیڈروں کا مشن نمائندہ حکومت کا قیام اور آزاد تجارت کو فروغ دینا ہے۔ افریقی محقق لیونگسٹن نے 1857ء میں عیسائیت اور تجارت کو تہذیب کے دو ستونوں سے تعبیر کیا تھا۔ اسی طرح مسٹر ہاروٹیر برطانوی حکومت کو دوام دینے والی بنیاد پرست عیسائیت کو امریکن ایوانجلیکلو کو متحرک رکھنے کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ افغانستان اور عراق کے ضمن میں بش کا یہ عقیدہ ہے کہ امریکہ کے لیے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ وہ اللہ کی یہ مرضی سمجھے کہ "آزادی ہر مرد و عورت کے لیے اللہ کی طرف سے دُنیا میں تحفہ ہے۔" بوب ووڈ ورڈ کی کتاب "Plan of Attack" کے مطابق بش نے ایک سوال وجواب میں کہا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ان معاملات میں اپنے والد سے کوئی مشورہ نہیں لینا چاہیے تھا، کیونکہ ایسے کاموں کے لئے جو طاقت درکار ہے وہ ان میں نہیں ہے۔ اس کی بجائے میں اس سے بلند تر باپ (یعنی اللہ) کو اپیل کرنا درست سمجھتا ہوں۔ بش کے افغان جنگ کے اعلان والی تقریر میں بائبل کے مشہور سکالر بروس لنکسن کے مطابق کل 970 الفاظ میں چند ہی الفاظ مذہب سے متعلق دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم رسوخ فی الکتاب والے اہل علم اس میں کافی مذہبی مواد کی موجودگی کی نشاندہی کر چکے ہیں۔

Southern Baptist convention کے سب سے بڑے، قومی پروٹسٹنٹ چرچ کے منتظم اعلیٰ رچرڈ لینڈ کے قول کے مطابق کسی انتظامیہ میں اتنی تعداد میں "ازسرنو جنم شدہ عیسائی" کبھی نہیں رہے جتنے کہ یہ بش انتظامیہ میں ہیں۔ ان میں نیشنل سیکیورٹی ایڈوائزر کنڈولیزا رائس اور اٹارنی جنرل جان اسکروفٹ شامل ہیں، جن کا مذہبی گروپ Assembly of God، بیرونی ملک خصوصی طور پر مصروف عمل رہتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایوانجلیکلو اور نیوکنزرویٹوز کے نکتہ ہائے نظر میں پہلی دفعہ 9/11 کے بعد ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ یہ پہلے ہی سے ہم آہنگ تھے، تاہم اس کا ظہور 9/11 کے بعد ہوا۔ انھوں نے اسلام کے خلاف نفرت پھیلانے اور مسلمانوں کی اسلام کے مطابق زندگی گزارنے کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ یہ اپنے اسلام دشمن ارادوں کو مزید جمہوریت اور مذہبی آزادی کے نعروں کے پیچھے نہیں چھپا سکتے۔ فال ول کی ہرزہ سرائی ملاحظہ ہو، جو اس کی تحریک "Moral Majority" کا ایک حصہ ہے، عیسائی اور یہود، "متشدد" اسلام کے خلاف مشترکہ جدوجہد میں اکٹھے ہو چکے ہیں۔ "Left Behind" سلسلہ کے انتہائی ناولوں کا شریک مصنف لے ہائے یہ تاثر دے رہا ہے کہ اسرائیل دجالی قوتوں کے حملوں کی زد میں ہے۔ شکاگو یونیورسٹی کے مسٹر مارٹی کے مطابق ایوانجلیکلو کی اکثریت کا خیال ہے کہ اسلام اپنی متشدد شکل میں بحیثیت ایک نیا دجال اُبھر رہا ہے۔

یہ (خرافات) اُس مذہبی فکر کا حصہ ہے جو سوویت یونین کی تحلیل کے بعد، ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی پالیسی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ "برائی" "آزادی" "شیطان" وغیرہ کے الفاظ کا امریکہ کے اعلیٰ سیاسی اور فوجی قیادت میں استعمال اس ذہن کی عکاسی کرتا ہیں جو ایک عرصہ کے دوران موجودہ صورت اختیار کر چکا ہے۔ امریکہ میں مذہبی فکر کے حاملین مستقبل کی ایک ایسی معرکہ آرائی کی پیشن گوئی کرتے آرہے ہیں جس کی وجہ سے عالمی سطح پر معاشروں میں تغیر واقع ہو جائے گا۔ یہی فکر ان ابتدائی عیسائی آبادکاروں کا بھی تھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے وجود میں آنے کے عمل کو ان پیش گوئیوں کی تعبیر سمجھا جاتا ہے جو بائبل کے حوالے سے کی گئی تھیں۔ ان کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے کہ جس قوم کو ہم بنانے چلے ہیں اس کی حفاظت بھی شیطانی کرداروں اور ان کے حلیفوں سے کرنا ہے۔

بش کی خارجہ پالیسی کو ایک "مسیحائی حربی مہم" کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں موجودہ انتظامیہ ہی اکیلی نہیں بلکہ یہ فکر بیسویں صدی عیسوی کے دوران امریکی کلچر کا اہم موضوع رہا۔ مذہبی فکر کی بنیاد پر کمیونزم کے خلاف ایک مذہبی نعرہ بلند کرنا اور اسے شیطان کے کردار کے طور پر پیش کرنا ایک اہم معاملہ رہا ہے، یہاں تک کہ رونالڈ ریگن نے سوویت یونین کو (Evil Empire) "شیطانی امارت" قرار دے کر اس کے خلاف 1980 کے اوائل میں ایک زبردست فوجی اقدام شروع کیا جسے کرسچن رائٹ اور نیوکنزرویٹوز دونوں کی مکمل حمایت حاصل تھی۔

Bulletin of Atomic Scientist میں خرم حسین نے نیوکنزرویٹوز کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے مفروضوں کی بنیاد پر سوویت یونین کی جو تصویر دنیا کے سامنے پیش کی ہے اس سے ایسا لگتا ہے کہ گویا وہ کُل دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے اسلحہ کے انبار لگاتا رہا ہے۔

(جاری ہے)

نوافل پر مورچہ لگا کر فرائض پر گولہ باری

محمد رشید عمر

ماضی قریب میں کئی قابل قدر شخصیات نے امت مسلمہ کی راہنمائی اور اصلاح میں حصہ ڈالا اور ان کے ہاتھوں سے اللہ نے قرآن مجید کی خدمت کا کام لیا۔ شاہ ولی اللہؒ اور ان کی اولاد کے تراجم، مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب کی تفسیر قرآن، تفہیم القرآن، فی ظلال القرآن، تفسیر عثمانی، معارف القرآن وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔ فی زمانہ تنظیم اسلامی کے بانی امیر اور ان کے رفقاء قحط الرجال کے اس دور میں اسلام کے انقلابی فکر کے احیاء کا کام کر رہے ہیں۔ ان کی جدوجہد کا مرکز ومحور بھی پیغام قرآنی کی اشاعت ہے۔ جس کے لیے انہوں نے ملک کے بڑے شہروں کراچی، لاہور، پشاور، فیصل آباد اور ملتان وغیرہ میں قرآن اکیڈمی کے نام سے ادارے قائم کیے ہیں۔ ان اداروں میں معاشرے کے فہیم عناصر تک قرآنی فکر پہنچانے کا کام، عربی زبان اور تجوید کی کلاسز اور دین فہمی کے لیے شارٹ کورسز کا انعقاد ہوتا ہے۔ نیز الیکٹرانک میڈیا میں کفر والحاد کا مقابلہ کرنے کے لیے اہم دینی موضوعات پر ریکارڈنگ کا کام بھی ان اداروں میں سارا سال جاری رہتا ہے۔ اس تحریک کا نقطۂ عروج رمضان کا مہینہ ہوتا ہے، جس میں قرآن مجید کے مضامین سے روشناس کرانے کے لیے نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن اور اس کے علاوہ قرآن مجید کے درس وتدریس کی مجالس کا بڑے پیمانے پر انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس کام کی کیا فضیلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(ترجمہ) ”اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہوتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں، ان پر سکینت اترتی ہے اور ان کو (اللہ کی) رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کا احاطہ کرتے ہیں اور اللہ پاک اپنے قریب فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے۔“

قرآن مجید کا رمضان المبارک کے ساتھ خصوصی تعلق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (ترجمہ) ”ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں“ (سورۃ القدر)

سورۃ الدخان میں فرمایا: (ترجمہ) ”ہم نے اس کو اتارا برکت کی رات میں، ہم خبردار کرنے والے تھے۔“ (آیت:3)

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا: (ترجمہ) ”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا (جو) لوگوں کے واسطے ہدایت ہے۔ اس میں روشن دلیلیں ہیں، راہ پانے کی اور (یہ) حق کو باطل سے جدا کرنے والا ہے۔“ (آیت: 185)

قرآن مجید خود لوگوں کو تفکر وتدبر کی دعوت دیتا ہے۔ سورۃ النساء میں فرمایا: (ترجمہ) ”کیا لوگ قرآن مجید پر غور وفکر نہیں کرتے۔“ ظاہر ہے دلوں کے تالوں کو قرآن مجید کی چابی ہی کھول سکتی ہے۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کے ذریعے قرآن مجید کے ساتھ لوگوں کا تعلق قائم کرنے اور انہیں اس استفادے کی طرف متوجہ کرنے کے لیے رمضان المبارک میں بھرپور کوشش کی جاتی ہے، لیکن برا ہو شیطان کا کہ وہ شرع پیغمبر کا راستہ روکنے کے لیے چن چن کر بندوں کا انتخاب کرتا ہے۔ بعض علماء نوافل تراویح کی اہمیت اور اجتماعی شکل میں اس کی ادائیگی کی شرعی حیثیت پر تنقید کی آڑ میں درس وتدریس کی قرآنی محافل کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ لوگوں کو خواہ مخواہ تنگ کرنے کا پروگرام ہے۔ حالانکہ سچی بات تو یہ ہے کہ لوگوں کی تنگیاں بلکہ امت مسلمہ کی تنگیاں اور مصیبتیں تو اس وقت ہی شروع ہوگئیں، جب سے لوگوں نے قرآن مجید کا دامن ہاتھ سے چھوڑا ہے۔ اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن نے بہت گہری بات کہی اور امت کے مرض زوال کی بہت عمدہ تشخیص کی۔ انہوں نے فرمایا: ”میں نے جیل کی تنہائیوں میں امت کے زوال پر جتنا غور کیا، مجھے اس کے دو ہی اسباب سمجھ میں آئے۔ قرآن سے دوری اور آپس میں تفرقہ۔“

مولانا مفتی شفیع صاحب معارف القرآن نے اس پر مزید کہا کہ تفرقہ بھی دراصل قرآن سے دوری ہی کے سبب ہے۔ گویا امت کے زوال کا اصل سبب قرآن سے دوری ہی ہے۔ بقول اقبال ؎

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن فہمی کی مجالس لوگوں کو تنگ کرنے کا ذریعہ نہیں، بلکہ مسلمانوں کی اصل تنگی تو قرآن کو چھوڑنے کی بنا پر ہے۔ قرآن سے تعلق توڑ کر اُمت مصائب کا شکار ہو چکی ہے۔ قرآن مجید سے اس کی مثال، اس منافق کی سی ہے، جسے غزوۂ تبوک میں شرکت کی دعوت دی گئی تو اس نے جواب میں کہا: آپ جانتے ہیں، میں حسن پرست واقع ہوا ہوں۔ جاؤں گا تو اس علاقے کی عورتوں کے حسن کے فتنہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ قرآن نے اس کا قول نقل کیا ہے: (ترجمہ) ”بعض ان میں سے کہتے ہیں مجھے رخصت دیجیے اور فتنے میں نہ ڈالیے۔ آگاہ رہو وہ فتنے میں پڑ چکے۔“ (سورۃ التوبہ) اللہ نے واضح فرمایا، ہمارے نبی کی دعوت کا انکار کر کے ہی فتنے میں پڑ چکے ہو۔ نبی کی دعوت کے انکار سے بڑا اور کون سا فتنہ ہوگا، جس کی تم بات کرتے ہو۔ ربیع الاول میلاد النبی ﷺ کا مہینہ ہوتا ہے، جس میں لوگ سیرت النبیؐ کے جلسے اور درود وسلام کی محافل منعقد کرتے ہیں۔ رمضان المبارک تو جشن قرآن کا مہینہ ہے اور نزول قرآن کی رات کا جشن تو ذات باری تعالیٰ ہر سال مناتی ہے۔ رمضان کی برکات سے مستفید ہونے کے لیے پیارے نبی ﷺ دو ماہ پہلے ہی اللہ سے دعائیں مانگنا شروع کر دیتے تھے۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ اے اللہ، ہمارے لئے رجب اور شعبان میں برکت ڈال دے اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے (یعنی رمضان کی برکات ہماری زندگی میں عطا کر دے)۔ اور مزید یہ ہے کہ آپ استقبال رمضان کے لیے خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ رمضان المبارک نزول قرآن کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں لوگوں کے دل قرآن کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان نرم دلوں میں قرآن کو اتارنے کے لیے ضروری ہے لوگوں کو قرآن مجید کی طرف متوجہ کرنے اور اُس پر غور وفکر پر مائل کرنے کے لیے درس قرآن کے پروگرام عام کیے جائیں اور اس کام کے لیے ترغیب وتشویق کا کام رمضان کے آنے سے دو

ماہ پہلے ہی شروع کر دیا جائے۔ ماہِ رمضان میں دن کے روزے کے ساتھ ساتھ قیام اللیل کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ روزہ رکھتا ہے اُس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (اسی طرح) جو شخص رمضان کا قیام ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ کرتا ہے تو اس کے (بھی) پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (متفق علیہ)

روزے اور نماز تراویح کے متعلق ایک روایت

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور قیام کا طریقہ میں نے تمہارے لیے مقرر کیا ہے۔ جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے روزے رکھے اور راتوں میں قیام کیا، وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو گیا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے۔“

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تین دن نماز تراویح خود باجماعت پڑھائی۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں تراویح کی نماز پڑھائی، یہاں تک کہ رمضان کے سات دن باقی رہ گئے۔ یعنی (تیسویں رات) تہائی رات گزر جانے پر نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز تراویح پڑھائی، پھر حضور اکرم ﷺ نے چوبیسویں شب کو نماز تراویح نہیں پڑھائی۔ آپؐ نے پچیسویں شب آدھی رات گزر جانے پر نماز تراویح پڑھائی۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہی اچھا ہو اگر آپؐ رمضان کی باقی راتوں میں بھی ہمیں نفل نماز پڑھائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے امام کے واپس ہونے تک قیام کر لیا، اس کے لیے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھا جائے گا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ہمیں نماز تراویح نہیں پڑھائی، حتیٰ کہ تین روزے باقی رہ گئے، تو نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ستائیسویں شب کو رات کی آخری تہائی میں نماز پڑھائی، جس میں اپنے اہل و عیال کو بھی شامل کر لیا یہاں تک کہ ہمیں ”فلاح“ ختم ہونے کا ڈر ہوا۔ (حضرت ابوذرؓ سے جس راوی نے یہ روایت بیان کی وہ کہتے ہیں کہ) میں نے ابوذرؓ سے پوچھا، فلاح کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، سحری“ (مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا)۔

نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز میں تلاوت کلام پاک کی کیا کیفیت ہوتی تھی، ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپؐ نے سورۃ البقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ میں نے خیال کیا کہ آپؐ سو آیات پر رکوع فرمائیں گے، لیکن آپؐ تلاوت فرماتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ آپ ایک رکعت میں سورۃ البقرہ ختم کریں گے، لیکن آپ تلاوت فرماتے رہے۔ پھر آپؐ نے سورۃ النساء کی تلاوت کا آغاز فرمایا اور اس کو ختم کیا۔ پھر سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی، اس کو بھی ختم کیا۔ آپ آہستہ آہستہ تلاوت فرماتے رہے۔ جب آپ کسی ایسی آیت سے گزرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا، تو آپ سبحان اللہ فرماتے، جب سوال کے مقام سے گزرتے تو سوال فرماتے، جب پناہ مانگنے کی جگہ سے گزرتے تو پناہ مانگتے۔ پھر رکوع کرتے، اس میں ”سبحان ربی العظیم“ پڑھتے رہے۔ آپ کا رکوع قیام کے برابر تھا۔ پھر آپؐ نے ”سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد“ کہا، پھر آپ رکوع کے برابر قومہ میں کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا۔ اس میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ پڑھتے رہے۔ آپ کا سجدہ بھی قیام کے برابر تھا۔“ (رواہ مسلم، بحوالہ ریاض الصالحین)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ قیام اللیل کو واجب قرار دیے بغیر اس کی ترغیب دلاتے اور فرماتے کہ جس نے رمضان میں ایمان اور احتساب کی کیفیت کے ساتھ قیام کیا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔“

وہ تمام اعمال جن کی آپؐ نے ترغیب دلائی، آپ ﷺ کی خواہش رہی کہ میری امت کے افراد ان اعمال کو اپنا معمول بنا لیں۔ ہم آپؐ کی یہ سنت اسی وقت زندہ کر سکتے ہیں، جب ہم بھی ایسے کاموں کی ترغیب دیں۔ جن کاموں کی آپؐ نے ترغیب دلائی، اگر افرادِ امت ان کو کریں گے تو نبی کریم ﷺ ان کی خبر پا کر خوش ہوں گے۔ امت کے صالح اعمال روح محمد ﷺ کے سامنے پیش کر کے آپؐ کے دل کو خوش کیا جاتا ہے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا: حضور میں جنت میں آپ کا قرب چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ”کثرت سجود سے میری مدد کرو۔“ رمضان المبارک میں تراویح کی عبادت تو پوری امت کو کثرت سجود کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ اس کی حکمت بھی یہی سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی اپنے نبیؐ کے دل کو امت کی کثیر تعداد کی معیت سے خوش رکھنا چاہتا ہے۔ اسی طرح ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ﴾ میں اللہ کی کبریائی بیان کرنے کے لیے نماز تراویح کی معمول سے ہٹ کر زیادہ تعداد کے علاوہ کون سا عمل ہے جس میں بار بار اللہ اکبر کہنا پڑتا ہے۔

دوسری فرض عبادات کے اوقات متعین ہیں، لیکن قرآن مجید سے استفادہ وہ فریضہ ہے جس کی ادائیگی سوائے چند مواقع کے ہر وقت کی جا سکتی ہے۔ نماز کا جزو لاینفک ہی تلاوت قرآن پاک ہے۔ نماز تراویح میں قراءت و سماعت قرآن کا اور زیادہ موقع ملتا ہے۔ تلاوت کے علاوہ قرآن پر غور و فکر کرنا اور اسے عمل میں لانا، قرآن مجید کے ہم پر حقوق ہیں۔ قرآن پر غور و فکر اور اسے سیکھنے اور سمجھنے ہی سے دوسرے فرائض کا علم ہوتا ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کی اہمیت کو نوافل کے ثبوت اور عدم ثبوت کی آڑ میں کم کرنا جرم عظیم ہے۔ افرادِ امت کو ایسے لوگوں کی سازشوں اور کوتاہ فہمیوں سے باخبر رہنا چاہیے۔

قیامت کے دن نبی کریم ﷺ استغاثہ فرمائیں گے: (ترجمہ) ”اے میرے رب، میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔“ (سورۃ الفرقان) اس استغاثہ کی زد سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن سے روگردانی کی بجائے اس کی طرف پیش قدمی کی جائے، اور اس مقصد کے لیے جتنی زیادہ سبیلیں اختیار کی جائیں کم ہیں۔ اگر رات کے پہلے پہر نہیں تو دوسرے پہر ہی سہی۔ رات کے دوسرے پہر اس عبادت کو ادا کرنے کا اگر ماحول پیدا نہیں ہوا تو اس میں بھی علماء کو آگے بڑھنا چاہیے۔ اپنی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے کام کرنے والوں کی محنت کی نفی کرنا انصاف کا تقاضا نہیں ہے، بلکہ امت مسلمہ کو قرآن سے دور کرنے کی جسارت ہے۔ کرۂ ارضی پر آباد مخلوق کو سورج کی حرارت بقدر ضرورت پہنچانے کے لیے سورج میں اخیر درجہ تک جلنے کا عمل ہوتا ہے، جس سے پیدا ہونے والی حرارت کو دنیاوی پیمانوں پر شاید ہی ناپا جا سکتا ہو، تب جا کر مخلوق ارضی ضرورت کے مطابق سورج کی حرارت سے استفادہ کرتی ہے۔ اسی طرح علماء امت عمل کے اعتبار سے احسان کے اعلیٰ مقام پر چلیں گے تو عوام الناس بقدر ضرورت اس کی تقلید کر سکیں گے۔ اگر علماء امت اپنے مقام اور منصب کو نبی کریم ﷺ کی چاہتوں سے رخصتیں نکال کر دینے کے لیے استعمال کریں گے تو عوام الناس بقدر ضرورت استفادے کی بجائے خسارے کی حد عبور کر جائیں گے اور علماء کا یہ عمل اسلام کی خدمت نہیں کہلائے گا۔

☆☆☆

قرآن مجید کا راستہ

بیگم آرزو عالمگیر

قرآن کے معنی ہیں بار بار پڑھی جانے والی کتاب۔ قرآن پاک کا ہم سے تعلق اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی حیثیت سے آج بھی اتنا ہی ہے جتنا چودہ صدیاں قبل تھا، اور ہمیشہ رہے گا۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کرے، حفظ کرے اور سمجھنے کے لیے دل و جان سے وقت دے۔ ہر مسلمان پر قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں۔

پہلا یہ کہ اسے مانے

دوسرا یہ کہ اسے پڑھے

تیسرا یہ کہ اسے سمجھے

چوتھا یہ کہ اس پر عمل کرے

پانچواں یہ کہ اسے دوسروں تک پہنچائے

قرآن کا راستہ اپنے آپ کو اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا ہے اور وہ جو بتائے اس پہ عمل پیرا ہونا ہے۔ ہم اس راستے پر چل کر اپنے خالق اور مالک کو راضی کر سکتے ہیں اور یہ آخرت میں ہمارے لئے بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

قرآن تمام آنے والے وقتوں میں انسان کی رہنمائی کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ کوئی کتاب اس جیسی نہیں ہوسکتی۔ آج قرآن کے لاکھوں نسخے گردش میں ہیں۔ گھروں میں اور مسجدوں میں دن رات تلاوتیں کی جاتی ہیں۔ اس کے معنی اور مطالب سمجھنے کے لیے تفاسیر کے ذخیرے موجود ہیں۔ اس کی تعلیمات کو بیان کرنے کے لیے تقاریر کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن افسوس کہ پھر بھی دلوں پہ اثر نہیں ہوتا، دماغوں تک بات نہیں پہنچتی، زندگی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ یہ اس لئے ہے کہ آج کے مسلمان کے دل قرآن پر یقین سے خالی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ ہمارے دلوں میں اس کی کوئی عظمت ہے نہ اس کو پڑھنے پر ہماری طبیعت آمادہ ہوتی ہے۔ اور نہ ہم اپنے اندر اس پر غور اور فکر کی کوئی رغبت پاتے ہیں۔

اگر ہمارے دلوں میں یہ یقین پیدا ہوجائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ہماری ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے تو قرآن پر ہمارا ایمان بڑھتا چلا جائے گا اور ہمارا باطن نور ایمان سے منور ہو جائے گا اور قرآن کی تعظیم اور احترام میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ جب ہم قلبی یقین کے ساتھ اسے سمجھنے کی کوشش کریں گے، تو یقیناً ہماری زندگی میں خوشگوار تبدیلی آئے گی۔ اور اسی قرآن کی برکتوں کی وجہ سے ہم دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیابی کی منزلوں کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔

قرآن اپنے دروازے صرف ان کے لیے کھولتا ہے جو خصوصی توجہ کے ساتھ اس پر دستک دیتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کی ہدایت کے مطابق ڈھالنے کے لیے بہترین کوشش کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ قرآن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے اگرچہ یہ کتاب نزدیک ہی رکھی ہو۔ بہت سے لوگ اکثر پڑھتے ہیں مگر خالی ہاتھ رہ جاتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہم قرآن کی طرف آئیں اور خالی ہاتھ لوٹ جائیں اور اس کے پڑھنے سے ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہ آئے۔

اگر قرآن اپنے پاس ہونے کے باوجود شکر کی کیفیت سے عاری رہیں تو اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں یا تو ہم قرآن کی برکات سے لاعلم ہیں یا ہم انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ جب ہمیں عمل کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو ہم اس کی ہدایت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب تک ہم اپنے دل کو مکمل طور پر قرآن کی طرف لگا کر نہ پڑھیں اس وقت تک ہم قرآن کی برکات سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ قرآن دل پر اثر کرتا ہے۔ جب انسان کا دل بدل جائے تو اس کی شخصیت بدل جاتی ہے۔ اس خوش قسمت پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، جسے اللہ نے قرآن پڑھنے سننے اور اس پر غور و فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

اور اسی طرح اس محروم کی زندگی پر جتنا افسوس کریں کم ہے جسے اللہ نے سوجھ بوجھ عطا فرمائی، پڑھنے لکھنے کا موقع عطا فرمایا، لیکن پھر بھی وہ قرآن کے علم سے محروم رہا اور اسے اپنی محرومی کا احساس تک نہ ہوا۔

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن کے پڑھنے میں کسی وقت بھی بے اعتنائی اور غفلت نہ برتیں اور ترک قرآن کے سنگین گناہ سے بچیں۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر اعوان فیملی کو اپنے بیٹے عمر 30 سال، تعلیم M.Com، ACMA گریڈ 17 (واپڈا) میں آفیسر اور بیٹیوں عمر 27 سال، تعلیم M.Phill، M.Sc (Physics) گریڈ 17 میں لیکچر، عمر 23 سال، تعلیم M.Sc (Physics) کالج میں کنٹریکٹ جاب کے لیے لاہور کی رہائشی فیملیز سے تعلیم یافتہ رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0322-8381591
0321-4159008

دعائے مغفرت کی اپیل

1۔ مقامی تنظیم واہ کینٹ کے مبتدی رفیق جناب وحید الدین اعوان کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں۔

2۔ مقامی تنظیم راولپنڈی کینٹ کے مبتدی رفیق ڈاکٹر محمد حمید احمد کے سسر کا انتقال ہوگیا۔

3۔ راولپنڈی کینٹ کے اسرہ کوہ نور کے ملتزم رفیق محمد شفیق کی والدہ وفات پاگئیں۔

4۔ تنظیم اسلامی حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق جعفر خان ساجد کے والد صاحب وفات پاگئے۔

5۔ تنظیم اسلامی پشاور کے ملتزم رفیق حافظ جمیل اختر کے بہنوئی وفات پاگئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی پنڈی کینٹ کاروات میں ایک روزہ پروگرام

تنظیم اسلامی پنڈی کینٹ نے 25 جولائی 2009ء کو روات میں ایک روزہ لگایا۔ جامع مسجد شاہی قلعہ میں 25 جولائی کو سب رفقاء نے نمازِ عصر ادا کی۔ اس کے بعد رفقا کے 3 گروپ بنا کر محلہ بازار اور کچھ مخصوص لوگوں کے پاس بھیجے گئے، تاکہ وہ لوگوں کو مسجد میں بعد از نماز مغرب درسِ قرآن میں شرکت کے لیے دعوت دیں۔ اس کے لیے تقریباً 200 ہینڈ بلز بھی فوٹو سٹیٹ کروائے گئے۔ بعد از نمازِ مغرب جناب ابرار احمد نے ''دین اسلام اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر درس دیا۔ اُنہوں نے دین و مذہب کا فرق واضح کیا اور مسلمانوں کی بنیادی دینی ذمہ داریوں کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ خود اللہ کا بندہ بننا، دوسروں کو اس کی دعوت دینا اور بندگی رب کو بالفعل قائم کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ اُنہوں نے مزید کہا کہ یہ بات کس قدر افسوس کی ہے کہ دنیا کی بہترین کتاب قرآن ہمارے پاس موجود ہے، نبی آخر الزمان ﷺ کی درخشاں تعلیمات کے ہم وارث ہیں لیکن پھر بھی اجتماعی سطح پر آج کہیں بھی دینِ حق غالب نہیں۔ تقریباً 40 رفقاء واحباب نے یہ درس پوری دلجمعی کے ساتھ سنا۔

عشاء سے قبل درسِ حدیث ہوا، جو فاروق زمان نے دیا۔ اُنہوں نے بڑے دلنشیں انداز میں رمضان المبارک کے حوالے سے حدیث شعبان اور دوسری احادیث بھی بیان کیں۔

بعد از عشاء راقم نے مقامی امیر تنظیم کی معاونت سے ''رسول کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ رمضان کیسے گزارتے تھے'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ مذاکرے کا نچوڑ یہ نکلا تھا کہ آپ ﷺ رمضان میں بڑی فیاضی فرماتے۔ حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے، رمضان کی راتوں میں زیادہ وقت قرآن کے ساتھ گزارتے اور آخری عشرہ میں تو کلیتاً اعتکاف فرماتے اور گھر والوں کو بھی راتوں کو جگاتے۔ صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام بھی اس ماہ عبادات انسانی ہمدردی اور خیر و بھلائی کے دوسرے کاموں کا خصوصی انجام فرماتے تھے۔

رات کے تیسرے پہر اڑھائی بجے ساتھیوں کو جگایا گیا۔ تہجد اور ذکر اذکار کے لیے ایک گھنٹہ دیا گیا۔ ساڑھے تین تا ساڑھے چار بجے رفقاء کی قراءت قرآن میں پائی جانے والی غلطیوں کی درستگی جناب ابرار نے کی۔

بعد از نمازِ فجر ''دعا'' کے موضوع پر مذاکرہ امیر تنظیم اسلامی کینٹ رؤف اکبر نے کرایا۔ مذاکرہ میں رفقاء کے علاوہ اہلِ محلہ میں سے کئی احباب نے شرکت کی۔ اس مذاکرے کو بہت سراہا گیا۔ مذاکرہ میں یہ بات واضح کی گئی کہ ہم سب عاجز اور کمزور ہیں۔ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے، جو ہمارے راستے میں گھات لگائے بیٹھا ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان کی یہ بنیادی ضرورت ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا رہے۔ ناشتے کے بعد ساڑھے سات بجے دوبارہ پروگرام شروع ہوا تو طارق محمود نے ''اسلامی تحریکوں کی ناکامی کے اسباب'' کے حوالے سے مذاکرہ کروایا۔ اُنہوں نے واضح کیا کہ قول وفعل کا تضاد، کارکنان اور ذمہ داران کے درمیان بدگمانیاں اور عجلت پسندی وغیرہ ایسے افعال ہیں، جنہوں نے ہمیشہ تحریکوں کی ناکامی میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

اس ایک روزہ کا آخری پروگرام ''امتِ مسلمہ کی زبوں حالی'' کے حوالے سے تھا۔ اس موضوع پر ڈاکٹر جاوید اقبال نے گفتگو کی۔ اُنہوں نے کہا کہ آج عالمی طاغوت وطنِ عزیز پر مشکیں کس رہا ہے، اور تقریباً سارے اسلامی ممالک میں یہی صورتِ حال ہے۔ پوری اسلامی دنیا امریکہ کی کالونی بنی ہوئی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر آج بھی مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو پہچان لیں تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اُن کے شاملِ حال نہ ہو اور پھر انہیں کھویا ہوا مقام حاصل نہ ہو۔

اسرہ لالہ زار نے رفقاء واحباب کے لیے کھانے کا بندوبست بھی کیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر عطا کرے۔ دُعا پر ایک روزہ کا اختتام ہوا۔ اللہ ہماری یہ سعی وجہد کو قبول فرمائے۔

(مرتب: اشتیاق حسین)

تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی کے زیر اہتمام تین روزہ تفہیم دین پروگرام

تنظیم اسلامی سیالکوٹ جنوبی نے قائد گرلز کالج سیالکوٹ میں 28 تا 30 جولائی 2009ء تین روزہ تفہیم دین پروگرام کا انعقاد کیا۔ ہر روز مغرب سے عشاء دو دروس کا اہتمام کیا گیا۔ اس سلسلے کا پہلا درس مقامی امیر تنظیم اسلامی کا تھا۔ موضوع گفتگو تھا ''مسلمانوں پر قرآن کے حقوق''۔ انہوں نے قرآن مجید کے حقوق بیان کرتے ہوئے کہا کہ قرآن کا حق یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اس کی تلاوت کی جائے، اُسے سمجھا جائے، اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اس کی دعوت دوسروں تک پہنچائی جائے۔ دوسرا درس جناب فیصل وحید شیخ کا تھا۔ موصوف نے ''راہِ نجات'' پر سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے سورۃ العصر کی روشنی میں واضح کیا کہ ہم نے دنیا کی کامیابی کو اصلی کامیابی سمجھ لیا ہے جبکہ اصلی کامیابی تو یہ ہے کہ روزِ قیامت انسان اپنے رب کے سامنے سرخرو ہو جائے اور عذاب الیم سے بچ جائے۔ اس روز ہر انسان گھاٹے میں ہوگا، سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل ایمان ہے، اور اسی ایمان کی وجہ سے وہ سیدھے راستے پر ہیں اور نیک اعمال پر کاربند ہیں۔ اور وہ حق بات دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور حق کے راستے میں آنے والی مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے اور اُن پر صبر کرتے ہیں۔

دوسرے دن کے پہلے مدرس حافظ نعیم صفدر بسمل تھے۔ اُن کا موضوع گفتگو ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' تھا۔ انہوں نے بتایا کہ قرآن کی رو سے فلاح کا راستہ یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ پر صدقِ دل سے ایمان لائیں، اور آپ کی عزت و تکریم کریں، یعنی آپ کا کہا مانیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مشن دے کر اس دنیا میں بھیجا تھا، اس کے لیے اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں لگائیں اور جو کتاب آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہے اس کا اتباع کریں۔ ''دین اور مذہب میں کیا فرق ہے'' یہ موضوع جنید نذیر چودھری کا تھا۔ وہ تنظیم اسلامی سیالکوٹ (شمالی) کے امیر ہیں۔ انہوں نے حاضرین پر واضح کیا کہ اسلام دین ہے، صرف مذہب نہیں ہے۔ مذہب تو صرف انفرادی زندگی (عقائد، عبادات، رسومات) سے بحث کرتا ہے، جبکہ دین مذہبی پہلو کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے گوشوں معیشت، معاشرت، سیاست کے بارے میں بھی تعلیمات فراہم کرتا ہے۔ ایک انسان کو پیدائش سے لے کر موت تک، کس طرح زندگی گزارنا ہے، یہ سب اس میں موجود ہے۔ اسلام ایک ایسا دین (نظام) ہے، جس میں انسانیت کی فلاح و بہبود اور راہنمائی کے تمام اجزا شامل ہیں۔

تیسرے دن کا پہلا درس جناب شاہد رضا نے دیا۔ انہوں نے فرائض دینی کے جامع تصور پر بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ خود اللہ کا بندہ بننا، دوسروں کو رب کی بندگی کی دعوت دینا اور ایسا معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کرنا کہ اللہ کی بندگی آسان ہو جائے، یہی وہ دینی ذمہ داریاں ہیں جو اللہ کی طرف سے اپنے بندوں پر عائد ہوتی ہیں۔ اس پروگرام کا آخری درس جناب جنید نذیر کا تھا، جنہوں نے منہج انقلاب پر بات کی۔ اس کے ساتھ ہی یہ سہ روزہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام سے تقریباً 80 رفقاء اور احباب نے استفادہ کیا۔ ہر روز پروگرام کے آخر میں کولڈ ڈرنکس اور بسکٹس سے شرکاء کی تواضع بھی کی گئی۔ الحمد للہ، تمام دروس بڑے نظم وضبط سے سنے گئے اور بطریق احسن یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: اعجاز عنصر)

حلقہ پنجاب پوٹھوہار گوجر خان کی دعوتی سرگرمیاں

16 اگست 2009 کو منفرد اُسرہ چکوال میں حلقہ کے تحت ایک پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ جس میں ناظم حلقہ مشتاق حسین نے شرکت کی۔ اس پروگرام میں چھ رفقاء کے علاوہ خصوصی طور پر کچھ وکلاء اور اساتذہ صاحبان نے بھی شرکت کی۔ تمہیدی کلمات رفیق اُسرہ محمد شہزاد بٹ ایڈووکیٹ نے ادا کیے۔ اس کے بعد رفیق تنظیم ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل عبد القدیر نے شرکاء کو ایک مجاہد نہ کہ ملاّ بننے کی تلقین کی۔ آخر میں ناظم حلقہ نے علامہ اقبالؒ کے چند اشعار اور سورۃ العصر کی روشنی میں لوازم نجات بیان کیے، جس کو لوگوں نے بہت پسند کیا۔ پروگرام کے اختتام پر تین حاضرین نے باقاعدہ تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ جو کہ چکوال کے رہائشی ہیں۔ آخر میں کھانے سے تواضع کی گئی۔ یہ پروگرام صبح 10:30 سے 1:30 بجے تک جاری رہا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

بقیہ: پاکستان کے خلاف......

سے متنفر کرنے کی کوشش بھی کی گئی نیز اپنی روایتی مکاری کے تحت چین کے بین الاقوامی کردار کو تسلیم کرنے اور اس کے عالمی مفادات کے تحفظ کی ضمانتیں بھی دی جارہی ہیں۔ یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ کسی مرحلے پر چین کو شمالی علاقہ جات و گوادر پر کنٹرول اور نو آزاد روسی ریاستوں تک محفوظ رسائی کی پیشکش اور ضمانت دی جائے (اگرچہ بہت محال ہے کہ امریکہ چین کو کوئی ضمانت مہیا کر سکے) اور ایسا صرف اس لیے کیا جارہا ہے کہ خفیہ جنگی کارروائی سے پہلے اگر پاکستان معمول کے دفاعی رابطے کرے تو یہ دونوں ممالک کوئی فوری یا ہنگامی فیصلہ نہ کر سکیں۔ اس تناظر میں پاکستانی عسکری قیادت کو اپنی تیاریوں میں نہ صرف گزرے وقت کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہیے بلکہ اپنی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہنگامی حالت کا اعلان کرنا چاہیے۔

میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ ایک مدبر کارساز اوپر بھی بیٹھا ہے جو یکتا ترین اور بلند تر ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ اتحاد قائم کر لیں تو یہ جنگ ہم اپنی سرحدوں پر بھی روک سکتے ہیں ورنہ دشمن کے منصوبے کے مطابق اسے ہمیں اپنے قلب میں تمام تر خون ریزیوں کے ساتھ سہنا پڑے گا ــــ اور آخر میں ان وفا پیشہ سرکاری و غیر سرکاری جہادیوں، کہ جنہوں نے بہار و خزاں ہر دو صورتوں میں "لا الٰہ الا اللہ" کی سربلندی کے لیے سرفروشی کا عزم کر رکھا ہے اور ان کے اُن ساتھیوں جنہوں نے افغانستان کی سنگلاخ چٹانوں اور کشمیر کے برف زاروں پر اپنے لہو سے "خدا کے عہد" کو پورا کرنے کے انمٹ نشان چھوڑے، کے نام، خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے اپنے ہر دور کے مجاہدوں کے لیے فخر و انبساط سے اتاری گئی سورۃ آل عمران کی آیات 146,147,148۔

"اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ (خدا کے دشمنوں سے) لڑے ہیں تو جو مصیبتیں اُن پر راہ خدا میں واقع ہوئیں اُن کے سبب انہوں نے نہ تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی نہ (کافروں سے) ڈرے اور خدا استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور (اس حالت میں) اُن کے منہ سے کوئی بات نکلی تو یہی کہ اے پروردگار ہمارے گناہ اور زیادتیاں جو ہم اپنے کاموں میں کرتے رہے ہیں معاف فرما۔ اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما۔ تو خدا نے اُن کو دنیا میں بھی بدلا دیا۔ اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلا (دے گا) اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

رجوع الی القرآن کورسز (پارٹ I&II)

میں داخلے کے لیے طالبانِ قرآن سے درخواستیں مطلوب ہیں!

تعلیم یافتہ حضرات کے لیے قرآن حکیم کو سمجھنے اور فہم دین کے حصول کا سنہری موقع

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں، تاکہ وہ حضرات جو کم از کم گریجوایشن کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں، ان کورسز کے ذریعے ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورسز کو دو، دو سمسٹرز میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

انٹرویو: 3 اکتوبر 2009ء صبح 10 بجے

اور

کلاسز کا آغاز: 5 اکتوبر 2009ء سے ہوگا

نصاب (پارٹ I)

1. عربی صرف و نحو
2. ترجمہ قرآن (تقریباً نصف پارے)
3. آیات قرآنی کی صرفی و نحوی تحلیل (تقریباً دو پارے)
4. قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی (منتخب نصاب)
5. تجوید و حفظ
6. مطالعہ حدیث
7. اصطلاحات حدیث
8. اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II)

1. مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2. مجموعہ حدیث
3. فقہ
4. اصول تفسیر
5. اصول حدیث
6. اصول فقہ
7. عقیدہ
8. عربی زبان و ادب
9. عالم اسلام اور احیائی تحریکیں: (ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ)
10. اضافی محاضرات

نوٹ: پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے۔

کورسز کے تفصیلی پراسپکٹس درج ذیل پتہ سے حاصل کریں:

ناظم شعبہ تدریس قرآن اکیڈمی
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
email:irts@tanzeem. org

تنظیمی اطلاعات

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم "چک شہزاد" میں ڈاکٹر امتیاز امیر مقرر

حلقہ پنجاب شمالی کی مقامی تنظیم چک شہزاد میں امیر کے دو سال پورے ہونے پر نئے امیر کے تقرر کے ضمن میں امیر حلقہ کی اپنی تجویز کے ساتھ رفقاء کی آراء ارسال موصول ہوئیں، جن کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20 اگست 2009ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر امتیاز احمد کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

حلقہ بہاولپور و بہاولنگر کی مقامی تنظیم "چشتیاں" میں ڈاکٹر جاوید اقبال کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ بہاولنگر و بہاولپور نے مقامی تنظیم چشتیاں میں دو سال پورے ہونے پر تقرر امیر کے لیے رفقا کی آراء ارسال کیں، جس کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 20/اگست 2009ء میں مشورہ کے بعد ڈاکٹر جاوید اقبال کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

All this is despite the fact that if sharia law was to be sincerely applied, it would not be in the form of a neutered "bill" but as the source of all laws in a state which then defines economic policies, the judicial system, foreign policy, the social system etc. Clearly

then, this is at best a foolish attempt to remedy a deeper ideological problem or at worst an insincere attempt to show the application of sharia law.

Both of these responses show a state which is at a loss for ideas as to how to deal with a population which neither respects its authority nor recognizes its legitimacy. These actions of the Pakistani state are leading to a tremendous loss of life and civil unrest, whilst revealing the nature of the state and its relationship with the people. It is being driven by foreign instructions and threats by America and is attacking the local population, the very people it should be defending. What is then the way out of this quagmire that Pakistan finds itself sinking in?

The solution is not to deploy an increasing amount of armed forces to the region, let alone allow a foreign colonial power to help with an armed operation. The solution is to strengthen the authority and legitimacy of the state in the eyes of the people. The state must regain the initiative by establishing a sovereign authority which derives its support from the people and not from external forces; otherwise the state will always be weak, externally dependent, subject to manipulation by foreign forces and fire-fighting insurgencies constantly.

The core problem that Pakistan faces is that the people are disenfranchised and disillusioned with the state and do not identify with it. The interests of the state now clearly diverge from the interests of the people. Such a situation is not tenable and will sooner rather than later lead to either massive bloodshed or the breakup of the Pakistani state, or both, as was the case in the war of 1971.

This is clearly in the interests of foreign powers like America and part of their plans which are out in the open. The interests of the state must urgently be defined so that the people can be united around these. Nationalism has failed to define the interests and could never succeed in origin. Pakistani nationalism neither has the depth of history to which all the disparate ethnic and tribal groups in Pakistan can lay claim to as being common heritage nor does it have the necessary political depth which can be used to define specific interests. At best, it will result in Pakistani colonialism, as it offers nothing to the people except shallow loyalty to a centralized administration, which is what the people in provinces outside of Punjab are feeling.

There must be one basis on which the interests and all laws of the state are based on. This basis must be the casus belli of the state and the idea for which the state exists to protect, implement and propagate. This basis must serve as the source of all values and ideals in he society which binds people together. This basis must not be confused with opinion, as even if a basis is agreed there could be multiple opinions as to how best to implement this basis. This is not an issue, rather this is healthy.

For example, in Britain you have the Conservative, Labour, Liberal Democrats, UKIP and Green parties, while in America you have the Republicans and the Democrats. The key is for a state to adopt one coherent and consistent basis. In the UK and America, this is capitalism and secularism applied in tandem within the democratic ruling system. So while all of these parties may differ in their opinions on policy and indeed engage in heated or bitter debates on specific issues at times, no one contends the basis of the state. The discussion only centers on how best to adhere to this basis and which rules will result in the best application of this basis. The result of this is that regardless of what party comes to power, the nature of the state never changes and the people will obey the laws of the new government, even if they do not agree with all the new laws or policies of the new government. (to be continued)

Ideas before bullets - II

The current problem of militancy is the latest incarnation of this challenge to the authority and legitimacy of the Pakistani state. Currently there is one strata of society ruling Pakistan and implementing a system which the people do not respect. Politically, the system has no value as many of the politicians are known to be corrupt, inept or both.

Ideologically, the system has little support from the people as it is simply an imported British product and a relic of the colonial era based on secularism. As democracy loses its facade of providing a mechanism for electing and accounting rulers and reveals itself simply to be a tool for the rich and powerful to change laws as they see fit, the people are shunning the system and apathy is rampant in society.

The ideal of Pakistani nationalism, which the system is supposed to represent and protect, has shown itself to be incredibly weak at binding the various peoples in Pakistan together. Pakistani nationalism is founded on a contradiction, namely that the state of Pakistan was created in response to a popular movement to live according to Islam by the Muslims of India, yet what was yielded was secularism.

As this Islamic ideal was left by the wayside, the only situation in which the people within the borders of Pakistan would come together and bond as Pakistanis would be when faced with an external threat like India. As such, the state, lacking internal domestic support, is propped up by foreign powers that manipulate it for their own ends. The ruling class therefore willingly follows the diktats of those it relies on to stay in power, namely the colonial nations such as America and Britain.

If we look at the response of the Pakistani state to the current Taliban militancy crisis, we can see that it has been one of almost colonial ruler to a conquered people rather than a state dealing with its citizens. Army chief General Ashfaq Kiani declared, "The army will not allow the militants to dictate terms to the government or impose their way of life on the civil society of Pakistan."

Interior Minister Rehman Malik said before the latest operation that "enough is enough", adding that "a handful of militants cannot challenge the writ of the government". For the sake of argument, if Kiani is given the benefit of the doubt for thinking as a military man responding to the threat of violence, no such excuse can be made for Malik. As the civilian authority and representative of the state, Malik's response epitomizes the response of a state that is out of ideas as to how to deal with a population dissatisfied with its performance. By using physical means to put down an uprising which is political in origin, is to stoke the flames of internal unrest and civil war.

If the stick of the government is leading to violence, then the carrot being deployed is leading to the voluntary amputation of the state itself. Nizam-e-Adl, the government bill being implemented in Swat as part of a peace deal with the Taliban where sharia law will allegedly be implemented, is a non-starter as a method of conflict resolution.

The fact that the implementation of a few social rules makes a mockery out of sharia law and a farce of Islamic ruling is only part of the issue at hand. If one goes along with the ridiculous assertion that sharia law is indeed being implemented in Swat, then what you have is a recipe for disaster, as effectively within the borders of one state two legal codes are in operation. This will serve only to entrench separation and division between a group of people and the state as you begin to have two sets of laws running in parallel, which is impractical and inconceivable for any successful and progressive state.